ع۸۱ کتبخانہ جناب سید میر محمد اسحاق صاحب
ناظر ضیافت - دارالانوار
قادیان
Qadian

رجسٹرڈ ایل

ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ

فاروق

قادیان

ایڈیٹر :- میر قاسم علی احمدی

شرح چندہ

ششماہی	طلباء	عام	معاونین	سرپرستان
عہ۸	للعہ	صہ	۶ے	عنہ

انڈیا سے باہر سات روپے

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷۔۱۴۔۲۱۔۲۸

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۱ر مئی سنہ ۱۹۳۸ء | نمبر ۱۹

دارالامان کی خبریں

(۱) حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت قابل حمد ہے۔ اور حضور ناصر آباد اسٹیٹ سندھ میں آج کل تشریف رکھتے ہیں۔

(۲) حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کی طبیعت بدستور ناساز ہے۔ احباب پوری توجہ اور التزام کے ساتھ سیدۃ النساء کی صحت کامل اور درازئ عمر کے لئے دعا کریں۔

(۳) یہ پرچہ تیار ہو چکا تھا۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ایک رقم فرمودہ مضمون ۱۹ر مئی کو دوسرا ۲۱ر مئی کو موصول ہوا دونوں کا فاروق میں شائع کرنا ضروری تھا۔ اس لئے پرچہ ایک دن بعد تیار ہو کر شائع ہوا ہے۔

(۴) حضرت نواب محمد علی خاں صاحب قبلہ تا حال مالیر کوٹلہ تشریف رکھتے ہیں۔ اور بخیریت ہیں۔

(۵) فاروق کی اشاعت بڑھانا ہر احمدی کا فرض ہے۔ تاکہ فاروق بیش از بیش خدمات سلسلہ انجام دے کر زیادہ مفید اور دلچسپ ہو جائے۔ خاکسار ایڈیٹر فاروق اپنی حیثیت سے بڑھ کر فاروق کو بہتر سے بہتر طریق پر نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر اسکی اشاعت بالکل ناکافی ہے۔ یہ سوچ لو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۱ر مئی سنہ ۱۹۳۸ء | نمبر ۱۹

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

جماعت احمدیہ سے قربانی کا مطالبہ

رقم فرمودہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالے بنصرہ العزیز

میں نے ایک گذشتہ خطبہ میں جماعت کو اس طرف توجہ دلائی تھی۔ کہ ضلع گورداسپور کے بعض حکام کا رویہ جماعت کے بارہ میں نہایت افسوسناک ہے۔ اور وہ متواتر دشمنان احمدیت کی پیٹھ ٹھونکتے رہتے ہیں۔ اور افسوس ہے۔ کہ ماتحت حکام کے وقار کو قائم رکھنے کے خیال سے ان کے بالا افسر بھی ان کی ان حرکات پر انہیں تنبیہ نہیں کرتے۔ اور نتیجہ یہ ہے۔ کہ بعض حکام نہایت نامناسب طور پر سلسلہ کے خلاف اظہار رائے کرتے ہیں۔ جسے مخالفین سلسلہ اسے لوگوں میں پھیلا کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ کہ یہ غیر جانبدار لوگوں کی رائے ہے۔ اور تبلیغ کا دائرہ محدود ہوتا جاتا ہے۔ آخر میں میں نے جماعت سے خواہش کی تھی۔ کہ انہیں اس صورت حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اس بارہ میں مجھے مختلف افراد جماعت اور انجمنوں کی طرف سے خطوط آئے ہیں۔ کہ وہ ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔

جن جماعتوں یا افراد کی طرف سے ایسی اطلاع اب تک نہیں ملی۔ ان سے بھی اسی جواب کی امید کی جاتی ہے۔ اور یہ نہیں سمجھا جا سکتا۔ کہ کوئی مخلص بھی سلسلہ کے لئے قربانی کرنے سے گریز کریگا۔

لیکن سوال یہ ہے۔ کہ آیا جماعت قربانیوں کی حقیقت کو سمجھتی بھی ہے یا نہیں۔ قربانی کی حقیقت کو سمجھے بغیر ہر شخص جس میں جوش پایا جاتا ہے۔ قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ لیکن جب حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ یا عمل کا وقت آتا ہے۔ تو اکثر لوگ پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ کئی تو کہتے ہیں۔ کہ یہ قربانی حد سے زیادہ ہے۔ اور کئی کہتے ہیں۔ کہ یہ قربانی حد سے کم ہے۔ اور اسی قسم کے بہانوں سے وہ اپنا پیچھا چھڑا لیتے ہیں۔

میں نے بار بار جماعت کو بتایا ہے۔ کہ قربانی کے بارہ میں ہمارا معاملہ دوسری تمام اقوام سے جداگانہ ہے۔ دوسری اقوام قانون شکنی کو جائز سمجھتی ہیں۔ لیکن ہمارا مذہب ہمیں قانون کی پابندی کا حکم دیتا ہے۔ اور اس بارہ میں نہ کسی احمدی کو منفرداً کسی تبدیلی کا اختیار ہے۔ نہ جماعت احمدیہ کو متفقہ طور پر اور نہ کسی خلیفہ کو۔ کیونکہ یہ شریعت کا حکم ہے۔ پس یہ راستہ قربانیوں کا تو ہمارے لئے کلی طور پر مسدود ہے۔ ہم نے اس معاملہ میں کانگرس سے شدید مخالفت کی ہے۔ اور اب بھی جو قوم قانون شکنی پر آمادہ ہو۔ ہم اسکی مخالفت کریں گے۔ کیونکہ احمدیت کی یہ تعلیم امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ اور ہم یقین رکھتے

ہیں۔ جب اس کے سب پہلوؤں پر اچھی طرح غور کیا گیا۔ تو ایک وقت آئے گا۔ کہ دنیا کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ مسٹر گاندھی کی عدم تشدد کی پالیسی سے یہ اطاعتِ قانون اور عدم تشدد کی مشترکہ تعلیم بہت زیادہ مؤثر ہے۔ لیکن اسکی اہمیت ابھی تک بعض احمدی بھی نہیں سمجھے۔ اور وہ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ قانون شکنی بھی نہ ہو۔ اور عدم تشدد کی پالیسی پر بھی عمل کیا جائے۔ تو پھر حکومت کو راہِ راست پر لانے کا کونسا ذریعہ ہے۔ اور بعض یہ کہتے ہیں۔ کہ اگر فرض کرو۔ یہ ذریعہ کامیابی کا ہے بھی۔ تو پھر اس کے ساتھ جو قربانی کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اس کا کونسا موقعہ ہے۔ جب ہم نے قانون شکنی بھی نہ کی۔ اور عدم تشدد پر بھی عمل کیا۔ تو کوئی ہم سے لڑے گا ہی کیوں۔ اور ہمارے لئے قربانی کا موقعہ کونسا پیدا ہوگا۔

پہلے شبہ کے متعلق تو میں اس وقت صرف یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ بہت سے مسائل بظاہر سادہ معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے پیچھے بہت بڑی طبعی اور اخلاقی قوتیں کام کر رہی ہوتی ہیں۔ پس ہمیں چاہیئے۔ کہ اس مسئلہ کی کلیات پر ہی نظر نہ رکھیں۔ بلکہ اسکی جزئیات اور تفصیلات پر بھی غور کریں۔ تا ہمیں معلوم ہو سکے۔ کہ اس کے پیچھے کس قدر اخلاقی اور نفسیاتی طاقتیں جمع ہیں۔ جب گاندھی جی نے عدم تشدد کی تعلیم دینی شروع کی تھی۔ تو خود ان کے ساتھی اس پر ہنستے تھے۔ اور دل میں کہتے تھے۔ کہ صرف ان کی شخصیت سے فائدہ اٹھالو۔ باقی ان کی تعلیم تو سادھوؤں والی تعلیم ہے۔ لیکن آج بہت سے کانگرسی ایسے ہیں۔ جو حقیقتہً اس تعلیم کو اچھا سمجھتے ہیں۔ حتّٰی کہ جن لوگوں نے ان سے اختلاف کرکے تشدد کی پالیسی پر عمل کیا تھا۔ اور جرائم کرکے جیل خانوں میں چلے گئے تھے۔ وہ بھی اپنی غلطی کا اقرار کرکے جیلوں سے واپس آ رہے ہیں۔ اس وقت ہماری ہی ایک جماعت تھی۔ جس نے گاندھی جی سے اسلئے اختلاف کیا تھا۔ کہ ان کی عدم تشدد کی پالیسی اتنی مکمل نہیں۔ جس قدر ہونی چاہیئے تھی۔ ورنہ باقی سب لوگ اس پالیسی کو اسلئے فضول کہتے تھے۔ کہ اس سے ملک کو ایک طاقتور ہتھیار سے محروم کر دیا گیا ہے۔

جس طرح آج بہت سے لوگ عدم تشدد کی خوبیوں کے معترف ہو رہے ہیں۔ ایک دن آئیگا کہ دنیا اس امر کو بھی تسلیم کرے گی۔ کہ صرف عدم تشدد کافی نہیں۔ بلکہ اخلاقی حفاظت کے لئے اور دنیا میں امن قائم رکھنے کے لئے قانون کی اطاعت بھی ضروری ہے۔ کیونکہ ایک حکومت کا قانون توڑنے کے بعد کسی اور حکومت کے قانون کا احترام باقی نہیں رہ سکتا۔ اور اس تجربہ کی قیمت بہت ہی گراں دینی پڑتی ہے۔

دوسرے شبہ کے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ اس سے زیادہ دھوکے کا خیال اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ کہ جو قانون نہ توڑے۔ اس کے لئے قربانی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ سب کے سب انبیاء ہمارے عقیدہ کے مطابق قانون کا احترام کرنے والے تھے۔ اور لڑائی اور فساد سے اجتناب کرنے والے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان کے دشمنوں نے خواہ وہ قوموں کی حیثیت میں ہوں۔ خواہ حکومتوں کی حیثیت میں۔ انہیں دکھ دیئے۔ اور ان کے اچھے ارادوں کو بدی کی طرف منسوب کیا۔ اور ان کی امن کی کوششوں کو فساد کی انگیخت قرار دیا۔

علاوہ اس کے جو حصہ جدوجہد کا جماعت کی طرف سے ہوتا ہے۔ وہ بھی خواہ کس قدر ہی پُر امن ذرائع پر مشتمل کیوں نہ ہو۔ ہر قسم کی قربانی چاہتا ہے۔ جانی قربانی بھی کرنی پڑتی ہے۔ اور مالی بھی اور وطنی بھی۔ جانی قربانی صرف اسی کا تو نام نہیں۔ کہ انسان لڑائی میں جان دے۔ اگر جانی قربانی اس کا نام ہو۔ تو انبیاء کو اس قربانی سے محروم قرار دینا پڑیگا۔ کیونکہ لڑائی میں مارا جانے والا تو شائد ایک نبی بھی نہیں گذرا۔ اور جن کی نسبت یہ کہا جاتا ہے۔ کہ انہیں ان کے دشمنوں نے مروا دیا۔ وہ نبی بھی ایک ہاتھ کی انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں پس جانی قربانی کے معنے لڑائی کے ہرگز نہیں بلکہ میرا یہ یقین ہے۔ اور میں اس یقین پر پختگی سے قائم ہوں۔ کہ جو قومیں جانی قربانی کو لڑائی کے ساتھ مخصوص کر لیتی ہیں۔ وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ جب کبھی جانی قربانی کے وہ مواقع بہم نہیں پہنچتے۔ جو ان کے ذہن میں ہوتے ہیں۔ وہ قوم سست ہو جاتی ہے۔ اور آخر اپنے مقام کو کھو بیٹھتی ہے۔

مسلمانوں میں جہاد کے عقیدہ نے یہی خطرناک نتیجہ پیدا کیا ہے۔ کیونکہ جانی قربانی کا مفہوم گذشتہ چند صدیوں سے ان کے نزدیک صرف تلوار کی جنگ کے ساتھ وابستہ ہو کر رہ گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ جانی قربانیاں جو تبلیغ کے ذریعہ سے کرنی پڑتی ہیں۔ یا تو انہیں حقیر نظر آنے لگیں۔ یا بالکل ہی ان کی نظر سے پوشیدہ ہو گئیں۔ اور وہ اپنے مقام کو محفوظ نہ رکھ سکے اور تنزل کا شکار ہو گئے۔ اگر وہ یہ سمجھتے۔ کہ تبلیغ بغیر علم کے نہیں ہو سکتی۔ اور وہ جسم کی قربانی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ تبلیغ بغیر دور دراز سفروں کے اختیار کرنے اور دشوار گذار گھاٹیوں میں سے گذرنے کے مکمل نہیں ہو سکتی۔ اور وہ بھی جسم کی قربانی چاہتے ہیں۔ پھر تبلیغ مکمل نہیں ہو سکتی جب تک وحشی قبائل تک اسلام کا پیغام نہ پہنچا دیا جائے۔ اور ان لوگوں میں رہ کر مبلغ کی جان ایک دن بھی محفوظ نہیں قرار دی جا سکتی۔ اور یہ بھی جان کی قربانی ہے۔ وغیرہا وغیرہا۔ تو ہرگز ان کا قدم سست نہ ہوتا۔ اور وہ اس ذلت کو نہ دیکھتے۔ جو آج انہیں دیکھنی نصیب ہوئی ہے۔

بے شک تبلیغ کے اگر یہ معنے لئے جائیں۔ کہ مہینہ میں اگر کسی دن فرصت ہوئی۔ تو کسی دوست کو ملنے چلے گئے۔ اور اسے تبلیغ بھی کر دی۔ تو اس میں جانی قربانی کا بہت کم نشان ملتا ہے۔ لیکن جس تبلیغ کا اسلام ہم سے مطالبہ کرتا ہے۔ وہ تو ایک زبردست قربانی ہے۔ اور اس کے زبردست قربانی ہونے کا کھلا ثبوت یہ ہے کہ جب بھی جماعت سے قربانیوں کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ وہ بڑے جوش سے کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہاں ہم قربانیاں کریں گے۔ لیکن اس قربانی کے پیش کرنے کا بہت کم دوستوں کو موقعہ ملتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ قربانی ویسی آسان نہیں۔ جیسی کہ اسے بیان کیا جاتا ہے۔

حق یہ ہے۔ کہ انسانی نفس اس ضمیر کی ملامت سے سخت تکلیف اٹھاتا ہے۔ اور اس سے بچنے کا یہ ذریعہ ایجاد کیا ہے۔ کہ وہ نیکی کی تعریفیں بدلتا رہتا ہے۔ اور جس قربانی کا اس کے لئے موقعہ ہوتا ہے۔ وہ اسے ادنےٰ قرار دیکر اس سے اسی طرح پیچھا چھڑا لیتا ہے۔ کہ یہ تو ادنےٰ قربانی ہے۔ اسے کیا پیش کرنا ہے۔ اور بزعم خود ایک اعلےٰ قربانی پیش کرنے پر آمادگی ظاہر کرتا ہے۔ جس کے پیش کرنے کا اس وقت موقعہ نہیں ہوتا۔ اور اس طرح وہ اپنی نظروں میں اور اپنے ہم چشموں کی نظروں میں اعزاز حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر یہ سودا اسے بہت مہنگا پڑتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعم کے تمام احکام خود انسان کے فائدہ کے لئے ہیں۔ پس ایسے موقعہ پر جھوٹی عزت حاصل کرنا خودکشی سے کم نہیں ہوتا۔ کیونکہ لفظی تعریف حقیقی نقصان کا قائم مقام نہیں ہو سکتی۔

اس تمہید کے بعد میں دوستوں سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ کیا انہوں نے غور بھی کیا ہے۔ کہ احمدیت کس قسم کی قربانیوں کا ان سے مطالبہ کرتی ہے۔ کیا وہ سمجھتے ہیں۔ کہ جب احمدیت ان سے جان کا مطالبہ کرتی ہے۔ تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہوتا۔ کہ جاؤ۔ اور جا کر کسی سے جنگ کرو۔ اور نہ یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ کسی کو مار کر پھانسی چڑھ جاؤ۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں احمدیت کی تعلیم کے خلاف ہیں۔ امر اول اسلئے جائز نہیں۔ کہ یہ امر حکومت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور حکومت اس وقت احمدیوں کے ہاتھ میں نہیں۔ اور امر دوئم اس لئے جائز نہیں۔ کہ اسلام ہمیں قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دیتا۔ پس جب یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں۔ تو یقیناً احمدیت کا جانی مطالبہ کسی دوسری صورت میں ہی ہو سکتا ہے۔ اور اسی صورت میں جان کو پیش کرنا سچے طور پر امام کی آواز پر لبیک کرنا کہلا سکتا ہے۔

پس جو دوست میری آواز پر لبیک کہہ رہے ہیں۔ یا لبیک کہنے کا دل میں ارادہ کر رہے ہیں۔ انہیں خوب سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ اس وقت کی جانی قربانیاں گذشتہ زمانہ کی جانی قربانیوں سے مختلف ہیں۔ اور اگر میں اس وقت کی مشکلات کو سمجھنے میں غلطی نہیں کرتا۔ تو میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ موجودہ زمانہ کی نفسی کیفیات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ قربانیاں اگر پہلی قربانیوں سے زیادہ مشکل نہیں۔ تو کم بھی نہیں ہیں۔

ہم ایک ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ جس میں جھوٹ اور فریب کو تمدنی اور سیاسی تقدس حاصل ہے۔ یعنی تمدن اور سیاست نے اس زمانہ میں جھوٹ کو اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔ پہلے زمانہ میں لوگ جھوٹ تو بولتے تھے۔ مگر کہتے یہی تھے۔ کہ جھوٹ بری شئے ہے۔ لیکن آج اسے سیاست اور تمدن کا ایک جزو قرار دیا گیا ہے۔ اور اس زمانہ کے لوگوں کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ جھوٹ وہی گناہ ہے۔ جو پکڑا جائے اور ناکام رہے۔ جو جھوٹ پکڑا نہیں جاتا۔ اور ناکام نہیں رہتا۔ وہ گناہ نہیں۔ یہ بات لوگوں کے ذہنوں میں اس قدر راسخ ہو چکی ہے۔ کہ شائد بہت سے لوگ دنیا کی ذہنیت میں اس تبدیلی کے وقوع کو محسوس بھی نہیں کرتے۔ بلکہ یہ جھوٹ اب اس قدر پھیل گیا ہے۔ کہ بہت سے لوگ جھوٹ بولتے ہوئے خود بھی محسوس نہیں کرتے کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ تمدنی تعلقات سیاسی معاملات۔ مذہبی مباحثات معاشرتی امور سب کے سب جھوٹ پر مبنی کر دئیے گئے ہیں۔ کیا یہ عجیب متناقض دعوے نہیں ہیں۔ کہ آج کل سچا دوست اسے سمجھا جاتا ہے جو دوست کی خاطر جھوٹ بولے۔ ملک کا سچا

خیر خواہ وہ ہے جو مخالف حکومت کو سب سے زیادہ جُل دے سکے۔ سچ اور جھوٹ کی یہ آمیزش پہلے کسی زمانہ میں نہیں ملتی۔ اس پُرآشوب زمانہ میں رہتے ہوئے ہم لوگ بحیثیت جماعت کب اس گندگی سے بچ سکتے ہیں۔ میں ذاتی طور پر اپنے قضاء کے تجربہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں۔ کہ کئی عام حالتوں میں سچ بولنے والے احمدی جب ایک دوست کو مصیبت میں دیکھتے ہیں۔ تو اس کے بچانے کے لئے اپنے بیان میں ایسی تبدیلی کر دیتے ہیں۔ جو ان کے دوست کے فائدے کیلئے ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ احمدیوں کا سچائی کا معیار (دوسروں) سے بہت بالا ہے۔ مگر ایک دودھ کے پیالے میں پیشاب کا ایک قطرہ بھی تو اسے گندہ کر دیتا ہے۔ اور جسم انسانی کے ایک حصہ میں جو مرض پیدا ہو۔ بقیہ حصہ بھی تو اس کے اثرات سے محفوظ نہیں کہلا سکتا۔

کیا تم خیال کرتے ہو۔ کہ اس مرض کو دور کرنے کے بغیر ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔ یا اپنے دشمنوں کو زیر کر سکتے ہیں۔ دشمن ہم پر جھوٹ باندھتا ہے۔ اور بعض حکام کو بھی وہ اپنے ساتھ شامل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ لیکن ایسے ظلموں کو تم کلی طور پر کس طرح دُور کر سکتے ہو۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اس پر ظلم ہوئے اور بہت ہوئے۔ مگر اسکی ترقی کا زمانہ بھی تو ایسی مثالوں سے خالی نہیں ایک جابر بادشاہ پر بھی تو بعض دفعہ لوگ ظلم کر سکتے ہیں۔ ایک فاتح جرنیل بھی تو کبھی کبھار مشکلات کا شکار ہو سکتا ہے۔ پس ہمیں اس امر کے خلاف شکوہ نہیں ہے۔ اور ہو بھی نہیں سکتا۔ ہمیں تو اس ماحول کے خلاف شکوہ ہے۔ جو ہماری تبلیغ کے راستہ میں روک بن گیا ہے۔ اس شہرت کے خلاف شکوہ ہے۔ جو غلط پروپیگنڈا کے ذریعہ سے جماعت کے خلاف لوگوں میں پیدا کر دی گئی ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے۔ کہ اس شہرت کو دور کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہو سکتا ہے۔ کہ جماعت کے لوگ احمدیت کے ارد گرد ایک ایسی مضبوط دیوار بنا دیں۔ کہ دشمن کا پروپیگنڈا اسکو توڑ کر آگے نہ جا سکے۔ اور یہ دیوار سچائی اور دیانت کی دیوار کے سوا اور کونسی ہو سکتی ہے؟ جو شخص اپنے تجربہ سے احمدیت کے اخلاق کا قائل ہو جائے۔ وہ دوسرے کی بات کو کب تسلیم کرے گا؟ مجھے ایک دوست نے سنایا کہ ان سے ایک بڑے افسر نے کہا۔ کہ میرے ساتھ جس قدر احمدیوں نے کام کیا ہے۔ ان کو دیکھ کر میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ احمدی نہایت دیانتدار ہوتے ہیں۔ وہ دوست کہتے ہیں۔ کہ اس افسر پر آپ کے متعلق بُرا اثر ڈالا گیا تھا۔ اسلئے میں نے جواب دیا۔ کہ کیا آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ جس شخص نے ہمیں دیانت اور سچائی سکھائی ہے۔ وہ خود بد دیانت ہوگا۔ اور اس کا اس افسر پر گہرا اثر پڑا۔ یہ مثال ہر شہر۔ ہر ضلع۔ ہر گاؤں اور ہر قصبہ بلکہ ہر محلہ میں دوہرائی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ احمدی اپنے اندر سچائی اور دیانت پیدا کریں۔ بے شک دنیا میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ جو آنکھوں دیکھی خوبی کو کھوٹے پیسے کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ لیکن کانوں سُنے عیب کو سچے موتی کی طرح دامن میں باندھ لیتے ہیں۔ مگر یہ لوگ کم ہیں۔ زیادہ تر دنیا تجربہ سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ کم سے کم اس تجربہ سے جو ان کے ذاتی فائدے کے خلاف نہ پڑتا ہو۔ ان لوگوں کو متاثر کرنا ہر احمدی کے قبضہ میں ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنی جان اپنے جذبات اور مال کی قربانی کرے۔ آخر لوگ سچ کو کیوں چھوڑتے ہیں۔ اپنے جسم کو تکلیف سے بچانے کے لئے یا اپنے مال کو بچانے یا بڑھانے کے لئے۔ اگر احمدی یہ ارادہ کر لیں۔ کہ خواہ ہمارے جسم کو کس قدر ہی تکلیف کیوں نہ ہو۔ اور ہمارے جذبات کو کس قدر ہی ٹھیس کیوں نہ لگے۔ ہم راستی کو نہ چھوڑیں گے۔ اور ہمارے مال کو کتنا ہی نقصان کیوں نہ پہنچے۔ ہم حق بات ہی کہیں گے۔ تو یہ جانی قربانی بھی ہوگی۔ اور جذبات کی قربانی بھی ہوگی۔ اور مال کی قربانی بھی ہوگی۔ مگر باوجود اس کے نہ اسمیں لڑائی کرنی پڑے گی۔ نہ حکومت سے جھگڑا ہوگا۔ نہ کسی اور قوم سے بکھیڑا۔ جو لوگ اسے بڑی قربانی سمجھتے ہوں۔ میں انہیں کہتا ہوں۔ اس بڑی قربانی کو خدا کے لئے پیش کرو۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ کونسی جانی قربانی ہے۔ یا مالی قربانی ہے۔ میں انہیں کہتا ہوں۔ تم سردست اس چھوٹی قربانی کو خدا کے لئے پیش کرو۔ پھر دیکھو۔ اس سے کیسے شاندار نتائج نکلتے ہیں۔ اور کس طرح احمدیت کے دشمن خواہ عام افراد ہوں۔ خواہ حکومت کے بعض افسر جماعت احمدیہ کو بدنام کرنے والی کوششوں میں ناکام رہتے ہیں۔ یقیناً اسی طرح تم احمدیت کے اردگرد اخلاقی نیک نامی کی ایک ایسی فصیل تیار کر دو گے جس کو توڑنا کسی دشمن کی طاقت میں نہ ہوگا۔ کیونکہ اخلاقی قلعے وہ قلعے ہیں۔ جنہیں حکومت کی توپیں بھی توڑنے سے قاصر رہا کرتی ہیں۔ پھر میں کہتا ہوں۔ کہ ان مصائب کے زمانہ میں کیا یہ قربانی نہیں۔ کہ آپ میں سے ہر ایک اپنے اخراجات کو کم کر کے سلسلہ کی امداد کرے۔ تاکہ سلسلہ کے بار کو بھی کم کیا جائے۔ اور مخالفوں کے پروپیگنڈا کو بھی بے اثر بنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فذکر ان نفعت الذکریٰ۔ وعظ و نصیحت کرتا رہ۔ کیونکہ وعظ و نصیحت پہلے بھی فائدہ دے چکے ہیں۔ بظاہر یہ قربانی چھوٹی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن درحقیقت یہ قربانی چھوٹی نہیں۔ کیونکہ جماعت کا ایک معتد بہ حصہ مالی قربانیوں میں ابھی پیچھے ہے۔ یا مستقل مزاج نہیں۔ اور ان کی کمزوریوں کے لحاظ سلسلہ کے بار کو اس قدر زیادہ کر دیتے ہیں۔ کہ باقی روپیہ کے خرچ کا بھی وہ فائدہ نہیں پہنچتا۔ جو پہنچنا چاہیئے۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ کہ ہم سب کچھ قربان کرنا چاہتے ہیں۔ میں انہیں کہتا ہوں آؤ اور سلسلہ کے لئے مستقل اور کبھی نہ رکنے والی مالی قربانی کرو۔ اس سے بھی دشمن کے حملے کمزور پڑ جائیں گے۔ کیونکہ سلسلہ کی مالی پریشانیاں بہت سی تبلیغی جدوجہد کو روک دیتی ہیں۔ یہ مالی قربانی بھی درحقیقت جانی قربانی ہی ہے۔ کیونکہ جس حد تک سلسلہ اب ان کا مطالبہ کر رہا ہے۔ وہ احمدیوں سے کھانے پینے پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ اسلئے یہ مالی قربانی بھی اب جسمانی قربانی بن گئی ہے۔ مگر صرف اس حد تک جانی قربانی کافی نہیں ہو سکتی۔ سلسلہ کی بڑھتی ہوئی ضروریات بعض لوگوں سے اس قربانی کا بھی مطالبہ کرتی ہیں۔ کہ وہ پورا وقت دین کی خدمت کے لئے لگائیں۔ تاکہ جو کام پوری توجہ چاہتے ہیں۔ وہ ادھورے نہ رہ جائیں۔ ہمارا سلسلہ الٰہی سلسلہ ہے۔ اسے ہر قسم کی لیاقت رکھنے والے لوگوں کی ضرورت ہے۔ اور سلسلہ کے کام اس قدر وسیع ہو چکے ہیں۔ کہ ان کے سنبھالنے کے لئے ایک بڑی جماعت ہمیں درکار ہے۔ میں نے اس بارہ میں وقف زندگی کا دو دفعہ اعلان کیا ہے۔ اور نوجوانوں نے بڑھ بڑھ کر اس آواز کا جواب بھی دیا ہے۔ لیکن ابھی مجھے اس سلسلہ میں اور آدمیوں کی ضرورت ہے۔ یہ لوگ گریجویٹ ہونے چاہئیں۔ کچھ انگریزی کے اور کچھ عربی کے۔ یعنی اپنے آپ کو پیش کرنے والے نوجوان یا بی۔ اے ہوں۔ یا مولوی فاضل ہوں۔ تاکہ ان کی ابتدائی تعلیم پر روپیہ اور وقت خرچ نہ ہو۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ سلسلہ کے نوجوان اس معاملہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔ اور اپنی قربانی سے آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک اچھا نمونہ قائم کریں گے۔ دینی کاموں کے لئے عربی کی تعلیم نہایت ضروری ہے۔ لیکن میں نے انگریزی کے گریجوایٹ بھی طلب کئے ہیں۔ اور اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ بیرونی ممالک میں تبلیغ بغیر انگریزی کے نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح بہت سے کام ہندوستان میں بھی انگریزی دان طبقہ ہی کر سکتا ہے۔ اگر بعض قانون کے ماہر بھی اپنے آپ کو پیش کریں۔ تو وہ مفید ہو سکتے ہیں۔ جیسے ڈاکٹر یا وکیل یہ وقف کرنیوالے لوگ وہی ہوں۔ جن کو یا گھر سے امداد کی امید ہو سکے۔ یا پھر قلیل گذاروں پر کام کرنے کے لئے تیار ہوں۔

میں متواتر کہہ چکا ہوں۔ کہ تحریک جدید کے کام کی بنیاد روپیہ پر نہیں رکھی گئی۔ اس میں شامل ہونے والے دوست ایک مجاہد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر کچھ مل گیا۔ تو انہیں دے دیا جائے گا۔ نہ ملا تو نہ دیا جائے گا۔ اسکی تفصیلات اختصاراً اس سال کی شوریٰ کے ایجنڈے میں شائع ہو چکی ہیں۔ جو دوست دیکھنا چاہیں۔ اپنی جماعت کے سکرٹری کے پاس دیکھ سکتے ہیں۔ یا دفتر تحریک جدید سے منگوا سکتے ہیں۔

میں امید کرتا ہوں۔ کہ ہمارے نوجوان جو ہمیشہ ایسے مواقع پر اپنے ایمان کا ثبوت دیتے چلے آئے ہیں۔ آج بھی پیچھے نہیں رہیں گے۔ اس وقت، پانچ انگریزی کے اور دس بارہ عربی کے گریجوایٹ اس صیغہ میں کام کر رہے ہیں۔ یا تبلیغ کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔ اور یہ اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ یہ قربانی نوجوانوں کے لئے ناممکن نہیں۔

میرا منشا یہ ہے۔ کہ تحریک جدید کے ماتحت وقف کرنیوالے نوجوانوں کو دینی اور دنیوی علوم میں پوری مہارت پیدا کرائی جائے تاکہ وہ حسب ضرورت سلسلہ کے ہر کام کو سنبھالنے کے قابل ہوں۔ اور اگر مالی طور پر انہیں دوسروں سے زیادہ قربانیاں کرنی پڑیں تو علمی طور پر انہیں بدلہ بھی دوسروں سے زیادہ مل جائے۔

یہ پہلی قسط ہے جماعت سے قربانی کے مطالبہ کی۔ جو میں جماعت کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اور پھر خلاصۃً اسے دوہرا دیتا ہوں۔

(۱) سچائی اور دیانت کا اقرار اور اپنے تمام کاموں میں عملاً اس کا اظہار حتّٰی کہ غیر لوگ بھی اقرار کریں۔ کہ احمدی راستباز اور دیانتدار ہوتے ہیں۔ اور ہمارے مخالفوں کے پروپیگنڈا کو قبول کرنے سے انکار کر دیں۔

(۲) تبلیغ اس طرح نہیں۔ کہ فرصت کا وقت نکالکر کی جائے۔ بلکہ کام کا ہرج کر کے بھی (سوائے

سلسلہ کی خبریں

اس کے کہ انسان دوسرے کا ملازم ہو۔ اس صورت میں اپنے آقا کے مفاد کا خیال رکھنا اس کے لئے ضروری ہے) تبلیغ کی جائے۔ مگر یاد رہے۔ کہ یہ تبلیغ صرف زبانی نہیں ہونی چاہیئے۔ احمدیت کی فوقیت ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ دوست خدمت خلق کے کام بھی کیا کریں۔ کیونکہ عملی تبلیغ زبانی تبلیغ سے زیادہ مؤثر ہؤا کرتی ہے۔ اسی لئے میں نے خدام الاحمدیہ کو قائم کیا ہے۔ جو بعض جگہ اس بارہ میں نہایت اچھا کام کر رہے ہیں۔

(۳) چندوں میں باقاعدگی اور باقاعدگی کے بعد مسابقت کی رَو کا پیدا کرنا۔ میرا مطلب اس سے یہ ہے۔ کہ ہر احمدی قربانی میں دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے۔ حتیٰ کہ سلسلہ کی مالی پریشانیاں دور ہو جائیں۔ اور اسکی آسائش کا دامن وسیع ہو جائے۔

(۴) بی۔ اے۔ ایم۔ اے۔ مولوی فاضل ڈاکٹر۔ وکیل نوجوان اپنی زندگیاں دین کی خدمت کے لئے وقف کریں۔ تا انہیں سلسلہ کے کاموں اور تبلیغ کے لئے تیار کیا جائے۔ اور وہ سلسلہ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کا کام کریں۔ اور اس کے علاوہ سلسلہ کے جن اور کاموں میں ان کی خدمات کی ضرورت ہو۔ اس کے لئے وہ اپنے آپ کو پیش کریں۔ اور کوئی نوجوان ان اغراض کے لئے طالب علمی کی زندگی بسر کر رہے ہوں۔ اور ایک دو سال میں فارغ ہونے والے ہوں۔ وہ بھی اپنے نام پیش کر سکتے ہیں۔

(۵) ہر حکومت اور ہر نظام کے قانون کی پابندی کرتے ہوئے دین کی ترقی کے لئے کوشش کرنا کہ اس پر عمل کرنے کے بغیر ہم احمدیت کی تعلیم کی برتری ثابت نہیں کر سکتے۔

(۶) چھٹی بات جو درحقیقت تبلیغ کا ہی ایک حصہ ہے۔ میں اس کا بھی ذکر کر دینا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے۔ کہ چونکہ مخالف ہر جگہ حکام اور دیگر با اثر لوگوں کے کان بھرتا رہتا ہے۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ بہت سے بارسوخ لوگ اور افسر متواتر غلط باتیں سنا کر احمدیوں کے خلاف متعصب ہو جاتے ہیں۔ اسلئے ہر ضلع میں پروپیگنڈا کمیٹیاں بنائی جائیں۔ جو اپنی اپنی جگہ مختلف اقوام کے چیدہ لوگوں سے اور حکام سے ملتی رہیں۔ اور احمدیت کے خلاف جو پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ اسکی حقیقت سے انہیں آگاہ کرتے رہیں۔ وہ افراد بھی جن کو اللہ تعالیٰ نے کوئی پوزیشن دی ہے۔ اپنے تعلقات کو بڑھائیں۔ اور ہر قسم کے حکام کو یا ہر شعبۂ زندگی میں اثر رکھنے والے دوسرے افراد کو اس شرارت سے آگاہ کرتے رہیں۔ جو سلسلہ کے دشمن اس کے خلاف کر رہے ہیں۔ اور ان حکام کے رویہ سے بھی واقف کریں۔ جو محض تعصب یا دشمنوں کی جھوٹی باتوں سے متاثر ہو کر جماعت کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ان افراد اور کمیٹیوں کو چاہیئے۔ کہ اپنے کام سے مرکز کو اطلاع دیتے رہا کریں اور جو مشکلات پیش آئیں۔ ان کے متعلق مرکز سے مشورہ لیتے رہا کریں۔ اس کے لئے ہر جماعت کو ایک سکرٹری امور عامہ مقرر کرنا چاہیئے۔ جس کی غرض زیادہ تر اس کام کو منظم صورت میں کرنا اور کرانا ہو۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ اگر دوست میری اس تجویز پر علاوہ دوسری تجاویز کے عمل کرنا شروع کریں۔ تو بہت جلد اس فتنہ کی سختی کم ہو جائیگی۔ اگر ایک طرف سچائی اور قربانی خدا تعالےٰ کے فضل کو کھینچے گی۔ تو دوسری طرف تبلیغ اور پروپیگنڈا [illegible] حقیقت حال سے واقف کر کے [illegible] راز کو محدود کر دیں گے۔

[illegible] اللہ تعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ تمام جماعت کو اس وقت کی ضرورت کو سمجھنے کی توفیق دے اور جوش اور اظہار غضب کے بجائے سچی قربانی کے پیش کرنے اور اس پر مستقل رہنے کی توفیق دے۔ کیونکہ قربانی وہ نہیں جو ہم پیش کرتے ہیں۔ قربانی وہی ہے۔ جس کا زمانہ کی ضرورت کے مطابق ہمارا رب ہم سے مطالبہ کرتا ہے۔ ہمارے دشمنوں کو ہم نے نہیں۔ بلکہ ہمارے خدا نے شکست دینی ہے۔ سچی قربانیاں کرو۔ اور دعائیں کرو۔ اور کبر اور خود پسندی کو چھوڑ دو۔ اور بڑے ہو کر منکسر مزاج بنو۔ اور طاقت کے ہوتے ہوئے عفو کو اختیار کرو۔ تا اللہ تعالےٰ تمہارا مددگار ہو۔

یاد رکھو۔ کہ جن قربانیوں کا میں پہلی قسط کے طور پر مطالبہ کر رہا ہوں۔ معمولی قربانیاں نہیں ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ نفس کو مارنا دشمن کو مارنے سے بہت زیادہ مشکل کام ہے۔ اگر جماعت صداقت کے اس معیار کو قائم کر دے۔ جسے سلسلہ احمدیہ پیش کرتا ہے تو یقیناً اسے کوئی دشمن نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ کمزوری ہماری ہی طرف سے ہوتی ہے۔ ورنہ ہمارا خدا وفادار ہے۔ وہ خود ہمیں نہیں چھوڑتا۔ والسلام۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین

خاکسار مرزا محمود احمد

سلسلہ احمدیہ کی ایک زاہدہ ملہمہ خاتون کا انتقال پُر ملال

نہایت رنج والم سے یہ دل گداز سانحہ لکھا جاتا ہے۔ کہ آنریبل چودھری سر ظفر اللہ خانصاحب کی والدہ ماجدہ چند روز علیل رہ کر آخر ۱۶ مئی ۳۸ء کو ۹ بجے صبح دار البقاء کو سدھار گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جناب چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی والدہ ماجدہ کی وفات کا نہ صرف انہیں اور ان کے بھائیوں کو صدمہ ہے۔ بلکہ ہر سچے احمدی کو صدمہ ہے۔ اسلئے بھی کہ وہ اپنی ذات میں ایک پاکباز خاتون تھیں۔ سلسلہ احمدیہ کا سچا درد رکھنے والی تھیں۔ احمدیت کے لئے پیکر ایثار و قربانی تھیں۔ پھر اسلئے بھی کہ ان کی وفات سلسلہ احمدیہ کے ان جاں نثار فرزندوں کے گہرے صدمہ کا موجب ہے۔ جو ہر موقعہ پر احمدیت کے لئے سینہ سپر رہتے ہیں۔ ان کا صدمہ جماعت کا صدمہ ہے۔ مرحومہ کا ایک خاص وصف یہ تھا۔ کہ وہ احمدیت کی تبلیغ اور سلسلہ کے مبلغین کی بہت حوصلہ افزائی فرمایا کرتی تھیں۔ جزاھا اللہ احسن الجزاء۔ جو پیدا ہؤا۔ ایک دن ضرور فوت ہوگا۔ حی و قیوم صرف اللہ تعالےٰ کی ذات ہے۔ لیکن وہ والدین جو اپنے پیچھے بہترین اولاد چھوڑ جائیں۔ ان پر موت نہیں آتی۔ مرحومہ کی ذاتی زندگی کے علاوہ جب ان کی اولاد پر نگاہ کی جائے۔ تو ان کی موت قابل رشک نظر آتی ہے۔ چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب ایسا فدائی اسلام۔ چودھری شکر اللہ خانصاحب ایسا غیور احمدی۔ چودھری اسد اللہ خانصاحب ایسا جان نثار احمدیت اور چودھری عبد اللہ خاں صاحب ایسا مخلص خادم سلسلہ جس ماں کے فرزند ہوں۔ کون اسے فوت شدہ کہہ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے آمین

عشرہ وصیت

سکرٹری صاحب مجلس خدام الاحمدیہ تحریک کرتے ہیں۔ کہ تمام بیرونی مجالس خدام الاحمدیہ کو اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ مرکزی مجلس خدام الاحمدیہ قادیان نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ ۲۶ مئی کو تمام مجالس خدام الاحمدیہ اجلاس منعقد کریں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت۔ کارناموں اور فضائل پر تقاریر کی جائیں۔ نیز ۲۱ مئی سے ۳۱ مئی تک عشرہ وصیت منایا جائے۔ جس میں غیر موصی اصحاب کو وصیت کرنے کے لئے آمادہ کیا جائے۔ تمام مجالس کو چاہیئے۔ کہ یہ عشرہ پوری کوشش اور تندہی سے منائیں۔

تحریک جدید کے سکرٹری

فنانشل سکرٹری صاحب تحریک جدید اعلان کرتے ہیں۔ کہ ہر احمدی جماعت کے امیر یا پریذیڈنٹ صاحب دیکھ لیں۔ کہ اگر ان کی جماعت میں تحریک جدید کے دو سکرٹریوں کا انتخاب تا حال نہیں ہؤا۔ تو فوری انتخاب کر کے مرکز میں اطلاع دیں۔

امتحان کتب حضرت مسیح موعودؑ

ناظر صاحب تعلیم و تربیت اعلان کرتے ہیں کہ امسال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب (۱) منن الرحمٰن (۲) کتاب البریہ (۳) مسیح ہندوستان میں اور (۴) نسیم دعوت بطور نصاب مقرر کی گئی ہیں۔ امتحان بتاریخ ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۸ء بروز اتوار ہوگا۔ امید ہے۔ کہ احباب اس امتحان میں کثرت کے ساتھ شامل ہونگے۔ کیونکہ اس زمانہ میں جبکہ ضلالت کا سمندر چاروں طرف موجیں مار رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب ہی ایک ایسی کشتی ہے۔ جو ڈوبنے سے بچا سکتی ہے۔ اور ایک ایسی روشنی ہے۔ جو تاریکی میں گھرے ہوئے دل کو منور کر سکتی ہے۔ اور ایک ایسی تلوار ہے۔ کہ جس کو استعمال کرنے والا کسی میدان میں شکست نہیں کھا سکتا۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ احباب ان بیش قیمت موتیوں کی قدر پہچانیں۔ اور ان سے فائدہ اٹھائیں۔ پس چاہیئے۔ کہ نہ صرف احباب اس امتحان میں خود شامل ہوں۔ بلکہ دوسروں کو بھی تحریک کر کے اس میں شامل کرائیں۔ بالخصوص عہدہ داران جماعت و سکرٹریان تعلیم و تربیت اس طرف خاص توجہ دیں۔ لجنہ اماء اللہ کی عہدہ داران کو بھی چاہیئے۔ کہ عورتوں میں اسس امتحان میں شامل ہونے کی تحریک کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۳۸ء | نمبر ۱۹

بے کاری کے انسداد کا تربیتی پہلو

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے ناظر تعلیم و تربیت)

بے کاری کا مرض

اس زمانہ میں بے کاری کی مرض بہت زیادہ پھیل رہی ہے۔ اور کم و بیش ہر قوم اور ہر ملک میں پائی جاتی ہے۔ میں نے اس کے متعلق مرض کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے۔ کہ سوائے بعض حقیقی معذوری کی صورتوں کے [illegible] واقعی کام نہ ملنے کی وجہ سے [illegible] لئے مجبور ہو جاتا ہے۔ فی زمانہ [illegible] صورتوں میں بے کاری حقیقۃً ایک اخلاقی مرض ہے۔ جو دوسری اخلاقی بیماریوں کی طرح اکثر انسانوں کو لگ کر خراب کر رہی ہے۔ یعنی بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ جنہیں کام تو مل سکتا ہے۔ مگر یہ خیال کرکے کہ ہمیں جائیداد وغیرہ سے کافی آمد ہے۔ اسلئے کام کی ضرورت نہیں۔ یا یہ خیال کرکے کہ جو کام ملتا ہے۔ وہ ہماری شان کے مطابق نہیں وہ کام نہیں کرتے۔ اور بے کاری میں اپنی زندگی گزار دیتے ہیں۔ ایسی بے کاری گو اقتصادی لحاظ سے بھی نقصان دہ ہوتی ہے۔ کیونکہ جب سوسائٹی کا ایک طبقہ آمد پیدا کرنے کے بغیر رہے گا۔ تو لازماً اس کے نتیجہ میں ملک و قوم کا مالی نقصان ہوگا۔ مگر اس کا اصل نقصان تربیتی اور اخلاقی پہلو سے تعلق رکھتا ہے۔ گویا بیکاری کا مسئلہ دو جہت سے قابل غور ہے۔ اول اقتصادی لحاظ سے اور دوسرے تربیتی لحاظ سے اور میں اپنے اس مختصر مضمون میں مؤخر الذکر صورت کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں

اخلاقی اور دینی لحاظ سے بیکاری بے کاری کے نقصانات

سب سے پہلے میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ تربیتی لحاظ سے بے کاری ایک نہایت ہی مہلک بیماری ہے۔ جس کی وجہ سے انسان اور اخلاق کو خطرناک نقصان پہنچتا ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ اکثر لوگ اس نقصان کو دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور صرف اس کے اقتصادی پہلو تک اپنی نظر کو محدود رکھتے ہیں۔ اخلاقی اور دینی لحاظ سے بے کاری کے موٹے موٹے نقصانات یہ ہیں:-

۱۔ وقت جیسی قیمتی چیز جو غالباً دنیا کی چیزوں میں سب سے زیادہ قیمتی ہے۔ ضائع جاتی ہے۔ جسے انسان بے شمار صورتوں میں ملک اور قوم اور دین کی خدمت میں خرچ کر سکتا ہے۔

۲۔ وقت کو بے کار گزارنے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ اور وقت کی قدر و قیمت کی حس ماری جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ایسے آدمی کو جب کوئی کام ملتا ہے۔ تو عادت کی وجہ سے وہ اس میں بھی سستی اور غفلت اختیار کرتا ہے۔ اور اس کا فرض شناسی کا معیار بالکل گر جاتا ہے۔ جو اخلاقی اور دینی لحاظ سے سخت مہلک ہے۔

۳۔ بے کار لوگ عموماً خراب عادتوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جب انسان کے پاس کوئی کام نہیں ہوتا۔ تو پھر وہ اپنے وقت کو گزارنے کے لئے اپنے واسطے ایسے مشاغل تلاش کرتا ہے۔ جو اس کے اختیار میں ہوتے ہیں۔ اور اس طرح وہ بُری عادتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مثلاً شراب نوشی۔ افیون۔ اور بھنگ چرس وغیرہ کا استعمال۔ جوئے بازی شطرنج اور تاش اور اسی قسم کی دوسری بے فائدہ اور مخرب اخلاق کھیلیں۔ غیبت جو بیکاروں کی مجلس کا خاصہ ہے۔ وغیرہ۔ وغیرہ۔

۴۔ بے کاری سے بدصحبتی کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ جب انسان بے کار ہوتا ہے۔ تو وہ اپنا وقت گزارنے کے لئے اپنے مفید مطلب مجلس ڈھونڈتا ہے۔ اور بالعموم یہ مجلس اخلاقی اور دینی لحاظ سے بہت گندی ہوتی ہے۔

۵۔ بے کاری سے بے جا اعتراضات اور نکتہ چینی کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ جس میں انسان اس بات کو بالکل بھول جاتا ہے۔ کہ میں جس شخص یا جماعت یا نظام پر اعتراض کر رہا ہوں۔ اس پر اعتراض کرنے کا مجھے حق بھی ہے۔ یا نہیں۔ اور بزرگوں کے ادب اور نظام کے احترام کی روح مٹ جاتی ہے۔

بیکاری کا انسداد کس طرح ہو سکتا ہے؟

یہ جملہ نقصانات بہت بھاری نقصانات ہیں۔ مگر افسوس ہے۔ کہ لوگ بالعموم ان کی طرف سے بالکل غافل رہتے ہیں۔ اور اپنے عزیزوں کی بے کاری کو صرف اس ترازو سے تولتے ہیں۔ کہ بے کار رہنے سے روپے کا نقصان ہو رہا ہے۔ حالانکہ گو مالی نقصان بھی بے شک قابل توجہ ہے۔ مگر اس مالی نقصان کو ان عظیم الشان نقصانات سے کچھ بھی نسبت نہیں۔ جو اخلاقی اور دینی لحاظ سے بے کاری کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ہمارے دوستوں میں ان نقصانات کا احساس پیدا ہو جائے۔ تو پھر کم از کم جہاں تک بے کاری کے اخلاقی اور دینی پہلو کا تعلق ہے۔ بے کاری کے مرض کو ایک دن میں نابود کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے لئے کسی نوکری یا نفع مند کام کے تلاش کی ضرورت نہیں۔ بلکہ صرف اس بات کی ضرورت ہے۔ کہ بے کار لوگ اپنی بے کاری کو چھوڑ کر کسی ذاتی یا خاندانی۔ یا قومی یا دینی کام میں لگ جائیں۔ خواہ وہ آنریری ہی ہو۔ اور خواہ اس کے بدلے میں انہیں ایک پیسہ بھی حاصل نہ ہو۔ اس طرح اقتصادی لحاظ سے وہ اپنا کوئی نقصان نہیں کریں گے۔ کیونکہ وہ پہلے بھی نہیں کماتے تھے۔ اور اب بھی نہیں کمائیں گے۔ مگر اخلاقی اور دینی لحاظ سے وہ اپنے آپ کو خطرناک نتائج سے محفوظ کر لیں گے۔ اور ان کی آنریری خدمات سے اُن کے خاندان۔ یا قوم۔ یا ملک۔ یا دین کو جو فائدہ پہنچیگا۔ وہ مزید براں ہوگا۔

مثلاً ایک شخص زید نامی بے کار ہے۔ اب قطع نظر اس کے کہ اسکی یہ بے کاری کسی مجبوری کا نتیجہ ہے۔ یا کہ خود پیدا کردہ ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ اس کا وقت اسے کوئی مالی بدلہ نہیں دے رہا۔ اس حالت میں اگر وہ کسی خاندانی۔ یا قومی۔ یا دینی کام کے لئے اپنی خدمات آنریری طور پر پیش کر دے۔ تو ظاہر ہے۔ کہ اقتصادی لحاظ سے وہ کوئی نقصان نہیں اٹھاتا بلکہ جہاں ہے۔ وہیں رہتا ہے۔ مگر اخلاقی اور دینی لحاظ سے وہ نہ صرف بہت سے خطرناک نقصانات سے بچ جاتا ہے۔ بلکہ عظیم الشان فوائد بھی حاصل کرتا ہے۔ اور اس خدائی منشاء کو بھی پورا کرنے والا بنتا ہے۔ کہ جو آیت رزقناھم ینفقون میں بیان ہوا۔ یعنی یہ کہ سچے مومن وہ ہیں۔ جو ہر اس چیز میں سے جو ہم نے ان کو دی ہے۔ خواہ وہ مال ہے۔ یا وقت ہے۔ یا جسمانی طاقتیں ہیں۔ یا آل واولاد ہے۔ خدا کے رستے میں خرچ کرتے ہیں۔ بہرحال تربیتی نقطۂ نگاہ سے بیکاری کا علاج مشکل نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے لئے صرف احساس کی ضرورت ہے۔ کہ جو وقت بے کاری کی حالت میں فضول طور پر ضائع جاتا ہے۔ اسے کسی مفید کام میں خرچ کرنا چاہیئے۔ اگر یہ کام آمد کا بھی ذریعہ ہو۔ تو فبہا۔ لیکن اگر ایسا کام میسر نہ آئے تو پھر آنریری طور پر ہی کسی مفید کام کو اختیار کر لیا جائے۔ تاکہ بہرحال وقت ضائع نہ ہو۔ اور عادتیں بھی خراب ہونے سے محفوظ رہیں۔

بے کاری کے اقسام

جہاں تک میں نے غور کیا ہے۔ بے کاری کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:-

(۱) بے کاری بوجہ اس کے کہ کسی حقیقی معذوری مثلاً بیماری یا جسمانی کمزوری کی وجہ سے کوئی شخص کام نہ کر سکتا ہو۔

(۲) بے کاری بوجہ اس کے کہ حقیقۃً کوئی کام نہ ملتا ہو۔

(۳) بے کاری بوجہ اس کے کہ کام تو مل سکتا ہو مگر انسان اسے اپنی شان کے مطابق نہ خیال کرے۔

(۴) بے کاری بوجہ اس کے کہ جائیداد وغیرہ کی کافی آمد موجود ہونے کے باعث انسان کام کی ضرورت نہ سمجھے۔

مجبور کی بے کاری

یہ وہ چار اقسام کی بے کاری ہے۔ جو عموماً دنیا میں پائی جاتی ہے۔ اور میں اسجگہ ان جملہ اقسام بے کاری کے متعلق مختصر طور پر اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہوں۔ سب سے پہلی صورت یہ ہے۔ کہ کسی بیماری یا جسمانی معذوری کی وجہ سے انسان کام نہ کر سکتا ہو۔ اس کے متعلق مجھے صرف یہ کہنا ہے۔ کہ اگر معذوری کی صورت حقیقی ہو۔ یعنی معذوری ایسی ہو۔ کہ انسان واقعی کام نہ کر سکتا ہو۔ مثلاً کوئی شخص کسی موذی مرض میں

بالکل ہی صاحب فراش ہو جائے۔ یا کوئی ایسا جسمانی نقص ہو۔ کہ کام کی اہلیت ہی جاتی رہے۔ تو پھر تو مجبوری ہے۔ ولا یکلف اللہ نفسًا الّا وسعہا۔ مگر حق یہ ہے۔ کہ اکثر لوگ اپنی معذوری کو محض ایک بہانہ بنا لیتے ہیں۔ اور کام کی اہلیت رکھنے کے باوجود بیکاری میں وقت گزارتے ہیں۔ مثلاً نابینا ہونا عام طور پر معذوری خیال کیا جاتا ہے۔ اور ایک رنگ میں وہ معذوری ہے بھی۔ لیکن غور کیا جائے۔ تو ایک نابینا شخص کئی قسم کے کام کر سکتا ہے مثلاً اگر خدا اسے توفیق دے۔ تو وہ قرآن شریف حفظ کرکے اور کچھ علم دینیات سیکھ کر امام الصلوٰۃ یا کسی مکتب وغیرہ کا معلم بن سکتا ہے۔ اور مسجد میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی قائم کر سکتا ہے۔ یا وہ کوئی مناسب ہنر مثلاً کرسی بننا یا نواڑ تیار کرنا سیکھ سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح اگر ایک شخص پاؤں سے معذور ہے۔ تو وہ ایسے کام جن سے صرف دماغ کا واسطہ پڑتا ہے۔ یا جو صرف ہاتھ کی مدد سے کئے جا سکتے ہیں۔ کر سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ پس محض کسی بیماری یا جسمانی معذوری کا پایا جانا بے کاری کے جواز کی معقول وجہ نہیں ہے۔ جب تک کہ ایسی معذوری انسان کو ہر جہت سے واقعی معذور نہ کر دے۔ اور جو شخص محض کسی جسمانی معذوری کا بہانہ لے کر بے کار بیٹھتا ہے۔ وہ بھی اخلاقی لحاظ سے مجرم ہے۔ اور اپنے وقت کو ضائع کرتا ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ حقیقۃً بے دست و پا ہو۔

کوئی کام نہ ملنے کی وجہ سے بیکاری

بے کاری کی دوسری قسم یہ ہے۔ کہ کسی شخص کو حقیقۃً کام نہ ملتا ہو۔ یعنی وہ ہر قسم کے کام کے لئے تیار ہو۔ مگر کوئی کام نہ ملے۔ میں عقلاً اس بات کو تسلیم کرتا ہوں۔ کہ بعض حالات میں اس قسم کی صورت پیش آ سکتی ہے۔ لیکن یہ صورت بہت ہی شاذ طور پر صرف استثنائی حالات میں پیش آتی ہے۔ ورنہ اگر انسان ہر قسم کے جائز کام کے لئے تیار ہو۔ اور اسے کسی کام سے عار نہ ہو۔ تو بالعموم کام مل جاتا ہے۔ اگر نوکری نہیں۔ تو تجارت ہی سہی۔ تجارت نہیں تو مزدوری ہی سہی۔ زیادہ معاوضہ والا کام نہیں تو کم معاوضہ والا کام ہی سہی۔ بہرحال اگر انسان ناواجب شرطیں نہ لگائے۔ اور ہر قسم کے دیانتداری کے لئے تیار ہو۔ تو دنیا میں اب بھی کام کی قلت نہیں ہے۔ مجھے یاد ہے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں ایک دفعہ بے کار تھا۔ تو میں نے دو روپے ماہوار کی نوکری قبول کر لی تھی۔ اگر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالےٰ جیسی بلند مرتبہ ہستی دو روپے کی نوکری قبول کر سکتی ہے۔ تو اور کون ہے۔ جو اسے اپنی شان کے خلاف سمجھ سکتا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ اگر بالفرض واقعی کسی قسم کا کام نہیں ملتا۔ تو پھر آنریری کام ہی سہی۔ اس کا دروازہ تو ہر وقت کھلا ہے۔ اور ہم بتا چکے ہیں۔ کہ تربیتی لحاظ سے وہ بیکاری کے انسداد کی بالکل صحیح تدبیر ہے۔

شایانِ شان کام نہ ملنے سے بیکاری

تیسری قسم بے کاری کی یہ ہے۔ کہ کام تو ملتا ہے۔ مگر انسان اسے اپنی پوزیشن کے خلاف سمجھ کر اختیار نہیں کرتا۔ اور بے کاری میں وقت گزارتا ہے۔ یہ گروہ سب سے زیادہ زیر ملامت ہے۔ کیونکہ اول تو وہ تکبر اور خود بینی کی مرض میں مبتلا ہے۔ اور اپنے منہ میاں مٹھو بن کر خود ہی بڑھ چڑھ کر اپنی قیمت لگا لیتا ہے۔ دوسرے وہ بے وقوف بھی ہے۔ کہ اپنی فرضی شان اور نام نہاد پوزیشن کو بچانے کے لئے بدترین قسم کی اخلاقی اور دینی بیماریوں میں مبتلا ہونا پسند کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کو جس قدر جلد بیدار کیا جا سکے۔ کرنا چاہیئے۔ اور صاف بتا دینا چاہیئے کہ تمہاری موجودہ قیمت وہی ہے۔ جو بازار میں ملتی ہے۔ نہ کہ وہ جو تم سمجھتے ہو۔ حدیث میں آتا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے بعد چوتھے خلیفہ ہوئے۔ اور آپ کے داماد بھی تھے۔ بسا اوقات جنگل سے گھاس کاٹ کر لاتے۔ اور اسے بازار میں بیچ کر اپنا گزارہ کرتے تھے۔ اور دوسرے عالی قدر صحابہ بلکہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم بھی ہر قسم کا کام اپنے ہاتھ سے کرتے اور کسی کام کو اپنی شان کے خلاف نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ ایک موقعہ پر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مزدوروں کی طرح پتھر اور مٹی کو اپنے کندھوں پر اٹھا اٹھا کر ادھر ادھر پہنچایا۔ اور آپ کا جسم مبارک مٹی اور گرد و غبار سے ڈھک گیا۔ اور ایک زمانہ میں آپ نے بکریاں بھی چرائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ہر قسم کا کام کر لیتے تھے۔ اور بسا اوقات خود اپنے ہاتھ میں پانی کا لوٹا لے کر نالیاں وغیرہ صاف کرواتے تھے۔ اور جوانی کے زمانہ میں آپ سیالکوٹ میں صرف چند روپے تنخواہ پر ملازم بھی رہے تھے۔ اور آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ میں ایک پیسے کے چنوں پر گزارہ کر سکتا ہوں۔

جھوٹے اور متکبرانہ عذرات

اگر یہ عظیم الشان ہستیاں جن سے ہم نے ساری عزتیں حاصل کی ہیں۔ کسی کام کو اپنی شان کے خلاف نہیں سمجھتی تھیں۔ تو ہم کون ہیں۔ کہ اپنی فرضی شان اور نام نہاد پوزیشن کو جائز اور دیانتداری کے کاموں سے بالا قرار دیں۔ پس یہ سب جھوٹے اور متکبرانہ عذرات ہیں۔ جن سے ایک کام سے دل چرانے والا انسان اپنے قیمتی اوقات کو ضائع کرنے کا بہانہ ڈھونڈتا ہے۔ اور ہمارے دوستوں کو ان باتوں سے کُلّی طور پر بچنا چاہیئے۔

خوب یاد رکھو۔ کہ ہر وہ کام جس میں کسی قسم کی بد دیانتی یا دنائت کا دخل نہیں۔ اور وہ شریعت کے خلاف نہیں۔ وہ ایک جائز اور معزز کام ہے۔ اور اسے ذلیل سمجھنا خود اپنی ذلت کا ثبوت دینا ہے۔ اور کسی قوم کے تنزّل کا اس سے بڑھ کر کوئی سبب نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ جائز اور دیانتداری کے کاموں کو اپنے لئے موجب ذلت سمجھے۔ اور اس خیال کی وجہ سے اس کے نوجوان اپنی زندگیوں کو بے کاری میں ضائع کر دیں۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ اگر ہم میں سے ایک طبقہ ابھی تک اپنے اندر سے اس قسم کے تکبر اور خود بینی کے جذبات کا استیصال نہیں کر سکا۔ تو وہ آئے۔ اور آنریری طور پر ہی اپنی خدمات پیش کر دے۔ اور وقت کو ضائع کرنے کی بجائے اسے جماعت کی خدمت میں صرف کرے۔ لیکن اگر وہ ایسا بھی نہیں کرتا۔ تو وہ یقیناً جماعت کا خائن ہے۔ اور ہرگز اس قابل نہیں۔ کہ ایک پاک جماعت کا حصہ بن کر رہے۔

آسودہ حالی کی وجہ سے بیکاری

چوتھی قسم بے کاری کی یہ ہے۔ کہ انسان کو کام بھی مل سکتا ہو۔ اور بزعم خود اپنی شان کے مطابق بھی مل سکتا ہو۔ مگر اس خیال سے کہ میری جائیداد کی آمد کافی ہے۔ وہ اپنے قیمتی وقت کو بے کاری میں ضائع کرتا رہے۔ یہ مرض آجکل ہندوستانی رؤسا میں بہت عام ہے۔ اور اخلاقی لحاظ سے ویسا ہی خطرناک ہے۔ جیسا کہ دوسری قسم کی بیکاریاں۔ اور یہ مرض اس گندی ذہنیت کا نتیجہ ہے۔ کہ کام کو صرف حصول مال کا ذریعہ سمجھا گیا ہے۔ اور اس کے سوا اسکی کوئی اور قیمت نہیں پہچانی گئی۔ حالانکہ کام کی قیمتوں میں سے حصول مال ایک بہت ہی ادنےٰ درجہ کی قیمت ہے۔ اور اسکی اعلےٰ قیمت اس کے دوسرے پہلوؤں سے تعلق رکھتی ہے۔

پس کوئی وجہ نہیں۔ کہ اگر کسی شخص پر خدا تعالےٰ کا اس رنگ میں فضل ہے۔ کہ اسے اپنے کھانے کے لئے پسینہ نہیں بہانا پڑتا۔ تو وہ اس خدائی فضل کا یہ بدلہ دے۔ کہ اپنی خداداد طاقتوں۔ اور وقت کے قیمتی خزانہ کو بے سود ضائع کر دے۔ اس پر تو دوسروں کی نسبت بھی زیادہ فرض ہے۔ کہ وہ اپنے وقت کو مفید صورت میں گزارے۔ اور اپنے عمل سے ثابت کر دے۔ کہ وہ خدا تعالےٰ کا ایک شکر گذار بندہ ہے۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا۔ تو یقیناً وہ دوہرے الزام کے نیچے آتا ہے۔ کہ خدا نے اسے فارغ البالی عطا کرکے قومی اور دینی خدمت کا موقعہ عنایت کیا۔ مگر اس نے اس موقعہ کو ضائع کر دیا۔ اور اگر اقتصادی لحاظ سے دیکھیں۔ تو پھر بھی ایسے لوگوں کے لئے کام کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ مثلاً اگر ایک شخص کو جائیداد سے پانچ سو روپے ماہوار کی آمد ہے تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ وہ ملازمت یا کاروبار میں اپنا وقت لگا کر اس آمد میں اضافہ نہ کرے۔ یہ اضافہ اسے بہت سے دینی اور دنیاوی کاموں میں مفید ہو سکتا ہے۔ مگر بدقسمتی سے جہاں بھی کسی شخص کو بغیر کام کے چار پیسے ملنے لگ جائیں۔ وہ اپنے آپ کو کام سے بے نیاز سمجھنے لگ جاتا ہے۔ اور اس طرح منعم علیہ جماعت میں ہو کر مغضوب علیہم کے گروہ کا راستہ لے لیتا ہے۔ اور خسر الدنیا والآخرۃ کا موجب بنتا ہے۔ بے شک اگر کسی شخص کی جائیداد کا انتظام اس قدر وسیع ہے۔ کہ وہ اس کے سارے وقت کو چاہتا ہے۔ تو اسے اس انتظام میں اپنا وقت صرف کرکے مالی رنگ میں دین کی خدمت کرنی چاہیئے۔ لیکن اگر جائیداد کا انتظام پورا وقت نہیں چاہتا۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ ایسا شخص اپنا سارا وقت یا اپنا زائد وقت جیسی بھی صورت ہو۔ قوم اور دین کی خدمت میں خرچ نہ کرے۔ اور اپنی خداداد طاقتوں کو بے کاری جیسی لعنت میں ضائع کر دے۔

نقصان ہی نقصان

خلاصۂ کلام یہ کہ بے کاری کی جملہ اقسام میں وقت اور خداداد طاقت اور اخلاق اور دین کا نقصان پایا جاتا ہے۔ کسی میں کم اور کسی میں زیادہ اور بعض اقسام میں تو سراسر نقصان ہی نقصان ہے۔ پس ہمارے دوستوں کو چاہیئے۔ کہ وہ بیکاری جیسی موذی مرض سے خود بھی بچیں۔ اور اپنے عزیزوں اور دوستوں کو بھی بچانے کی کوشش کریں۔ اور اگر انہیں

بقیہ دیکھو صفحہ ۱۳ کالم ۱

اعوذُ باللّٰہِ مِنَ الشیطٰنِ الرَّجیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرحمٰنِ الرَّحِیْم ــــــ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیْم
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھُوَ النَّاصِرُ

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ

رقم فرمودہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

مئی کا مہینہ

یوں تو مئی کا مہینہ ہمارے لئے ہمیشہ ہی ایک بڑے رنج و غم کی یاد کو تازہ کر دیتا ہے۔ لیکن اس سال کی مئی میں یہ خصوصیت ہے۔ کہ اس میں غم پر مشتمل تازہ واقعات کا بھی ایک اجتماع ہو گیا ہے۔

چند موتیں

پہلے حافظ بشیر احمد ہمارے نوجوان اور ہونہار مبلغ کی خدام احمدیہ کے سلسلہ میں کام کرتے ہوئے اچانک موت ہوئی۔ پھر خانصاحب فقیر محمد خانصاحب سپرنٹنڈنٹ انجنیئر کی ناگہاں موت واقعہ ہوئی۔ اس کے بعد "الفضل" میں پڑھا۔ کہ چودھری عبد القادر صاحب پلیڈر فوت ہو گئے۔ اور اب چودھری نصر اللہ خاں صاحب مرحوم کی اہلیہ محترمہ یعنی عزیزم چودھری سر ظفر اللہ خاں صاحب کی والدہ کی وفات کی اطلاع ملی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

دنیا میں جو آیا۔ اس نے مرنا ہے۔ اور اس راستہ پر ہر ایک کو گزرنا ضروری ہے لیکن ایک ایسی قوم جو دنیا میں اس طرح بسر کر رہی ہے۔ جس طرح بتیس دانتوں میں زبان اس کے لئے اس کا ہر فرد قیمتی ہے۔ اور اس کا نقصان رنجدہ۔ لیکن جب ایک قلیل عرصہ میں کئی کام کرنے والے نوجوان اور دعائیں کرنے والے عمر رسیدہ فوت ہو جائیں۔ تو دل کا رنج و غم اور بھی بڑھ جاتا ہے۔

حافظ بشیر احمد صاحب مرحوم

جن مرحومین کا میں نے ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک خاص رنگ رکھتا تھا۔ حافظ بشیر احمد حافظ قرآن۔ جامعہ کے فارغ التحصیل وقف کنندہ خدام احمدیہ کے مخلص کارکن اور ان نوجوانوں میں سے تھے جن کے مستقبل کی طرف سے نہایت اچھی خوشبو آ رہی تھی۔ مگر اللہ تعالےٰ کی مشیت کچھ اور تھی۔ اس نے انہیں خدام احمدیہ کے لئے ایک مثال اور نمونہ بنانا تھا۔ جس جماعت کے بنتے ہی اس کے کارکنوں کو شہادت کا موقعہ مل جائے۔ اس کے مستقبل کے شاندار ہونے میں کوئی شک نہیں رہتا۔ اور اس کے غیرت مند افراد اپنی روایات قائم رکھنے کے لئے ہمیشہ جدوجہد کرتے رہتے ہیں۔ پس یہ موت تکلیف دہ تو ہے۔ لیکن اس کے پیچھے خدا تعالےٰ کی ایک حکمت کام کرتی نظر آ رہی ہے۔

چودھری عبد القادر صاحب مرحوم

چودھری عبد القادر صاحب پلیڈر ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جس کے بڑے افراد سلسلہ کے سخت مخالف تھے۔ اور ہیں۔ نوجوانی میں احمدی ہوئے۔ اور سب مخالفتوں کا خاموش مقابلہ کرتے ہوئے اپنے پختہ ایمان کا ثبوت دیا۔ باوجود ایک مکروہ پیشہ سے تعلق رکھنے کے ایک نیک اور سعید نوجوان تھے۔ اللہ تعالےٰ ان کی روح کو بخشش سے ڈھانپ لے

خانصاحب فقیر محمد خانصاحب مرحوم

خانصاحب فقیر محمد خانصاحب وہی ہیں۔ جنہوں نے آج سے چند سال پہلے مجھے دہلی میں کہا تھا۔ کہ ہماری دو والدہ تھیں اور ہر ایک سے دو دو بیٹے ہیں۔ ہم نے انصاف سے کام لیا ہے۔ اور ہر ایک والدہ کا ایک ایک بیٹا احمدیوں کو دے دیا ہے۔ اور ایک ایک بیٹا سنیوں کو۔ گویا روپیہ میں سے آٹھ آٹھ آنے ہم نے دونوں میں تقسیم کر دیئے ہیں۔ اور میں نے اس پر انہیں جواب دیا تھا کہ خدائی سلسلے اس تقسیم پر خوش نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ تو سارا ہی لیا کرتے ہیں۔ وہ اس وقت اپنے اہل و عیال سمیت ولایت جا رہے تھے۔ ان کو خدا نے انگلستان میں ہی ہدایت دی۔ اور وہیں سے بیعت کا خط لکھ دیا۔ اور لکھا۔ آپ کی بات کس قدر جلد پوری ہو گئی میں تیسری چونی آپ کے پاس بیعت کے لئے آتا ہوں۔ دعا کریں۔ چوتھی چونی یعنی بقیہ بھائی بھی احمدی ہو جائے۔ انہوں نے پہلا چندہ اسی دن بھجوایا۔ اور پھر نہایت استقلال سے دینی خدمات میں حصہ لیتے رہے۔ گذشتہ سال ان کے اکلوتے لڑکے عزیز کیپٹن ڈاکٹر نثار احمد کا لڑائی میں گولی لگنے سے انتقال ہو گیا۔ اب ایک سال کے بعد وہ چھت کے گر جانے کی وجہ سے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمارا لاؤڈ سپیکر عرصہ تک ان کی روح کے لئے ثواب کا ذریعہ بنا رہے گا۔ اور اس کی گونج میں ان کی آواز ہمیں ان کی یاد دلاتی رہے گی۔

چودھری سر ظفر اللہ خانصاحب کی والدہ صاحبہ کی وفات

آخر میں عزیزم چودھری سر ظفر اللہ خانصاحب کی والدہ کی وفات کی خبر آئی ہے اور افسوس کہ اس وقت کہ میں مرکز سے بہت دور ہوں۔ اور آسانی سے میرا وہاں پہنچنا اور جنازہ میں شامل ہونا مشکل نظر آ رہا ہے۔ جس کا مجھے سخت افسوس ہے۔ میں نے ابھی خبر سنتے ہی موٹر میں ایک آدمی کو میرپور خاص بھجوا دیا ہے۔ کہ فون کر کے دریافت کرے کہ کیا میرا وقت پر پہنچنا ممکن ہے یا نہیں۔ اگر ایسا ہو سکا۔ تو میری یہ خواہش کہ میں ان کا جنازہ پڑھا کر انہیں دفن کر سکوں۔ پوری ہو جائے گی۔ ورنہ اللہ تعالےٰ کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم ہے۔

مرحومہ کا اخلاص

اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ مرحومہ کے خاوند چودھری نصر اللہ خانصاحب مرحوم ایک نہایت مخلص اور قابل قدر احمدی تھے اور انہوں نے سب سے پہلے میری آواز پر لبیک کہی۔ اور اپنی زندگی وقف کی۔ اور قادیان آ کر میرا ہاتھ بٹانے لگے۔ اس لئے ان کے تعلق کی بنا پر ان کی اہلیہ کا مجھ پر اور میری وساطت سے جماعت پر ایک حق تھا۔ پھر اس میں بھی کوئی شک نہیں۔ کہ عزیزم چودھری سر ظفر اللہ خانصاحب جنہوں نے اپنی عمر کے ابتدائی حصہ سے ہی رشد و سعادت کے جوہر دکھائے ہیں۔ اور شروع ایام خلافت سے ہی مجھ سے [illegible] کا اظہار کرتے چلے آئے ہیں۔ مرحومہ ان کی

اس تعلق کی بنا پر بھی ان کا

لیکن باوجود اس کے کہ اکثر

طفیلی ہوتا ہے۔ یعنی اپنے باپ یا

بھائی کے سبب سے ہوتا ہے۔ مر

مستثنٰے عورتوں میں سے تھیں۔ جن

براہ راست اور بلا کسی واسطہ

وہ اپنے مرحوم خاوند سے پہلے

میں داخل ہوئیں۔ ان سے پہلے انہوں نے بیعت خلافت کی۔ اور ہمیشہ غیرت و حمیت کا ثبوت دیا۔ چندوں میں بڑھ بڑھ کر حصہ لینا۔ غرباء کی امداد کا خیال رکھنا ان کا خاص امتیاز تھا۔ دعاؤں کی کثرت اور اس کے نتیجہ میں سچی خوابوں کی کثرت سے خدا تعا

نے ان کو عزت بخشی تھی۔ انہوں نے خواب

سے ہی احمدیت قبول کی۔ اور خوابوں سے ہی خلافت ثانیہ کی بیعت کی۔

مرحومہ کی وائسرائے ہند سے گفتگو

مجھے ان کا یہ واقعہ نہیں بھول سکتا۔ جو بہت سے مردوں کے لئے بھی نصیحت کا موجب بن سکتا ہے۔ گذشتہ ایام میں جب احراری فتنہ قادیان میں زوروں پر تھا۔ اور ایک احراری ایجنٹ نے عزیزم میاں شریف احمد صاحب پر راستہ میں لاٹھی سے حملہ کیا تھا۔ جب انہیں ان حالات کا علم ہوا۔ تو انہیں سخت تکلیف ہوئی۔ بار بار چودھری ظفر اللہ خاں سے کہتی تھیں۔ ظفر اللہ خاں میرے دل کو کچھ ہوتا ہے اماں جان (حضرت ام المومنین) کا دل تو بہت کمزور ہے۔ ان کا کیا حال ہو گا۔ کچھ دنوں بعد چودھری صاحب گھر میں داخل ہوئے۔ تو انہیں معلوم ہوا۔ جیسے مرحومہ اپنے آپ سے کچھ باتیں کر رہی ہے۔ انہوں نے پوچھا۔ کہ بے بے جی کیا بات ہے۔ تو مرحومہ نے جواب دیا۔ کہ میں وائسرائے سے باتیں کر رہی تھی۔ چودھری صاحب نے کہا۔ کہ آج سچ مچ ہی کیوں باتیں نہیں کر لیتیں۔ انہوں نے کہا۔ کیا اس کا انتظام ہو سکتا ہے۔ چودھری صاحب نے کہا۔ کہ ہاں ہو سکتا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا۔ بہت اچھا پھر انتظام کر دو۔ قرآنی تعلیم کے مطابق ان کی عمر میں وہ پردہ تو تھا ہی نہیں۔ جو جوان عورتوں کے لئے ہوتا ہے۔ وہ وائسرائے سے ملیں۔ اور چودھری صاحب ترجمان بنے۔ لیڈی ولنگڈن بھی پاس تھیں۔ چودھری صاحب نے صاف کہہ دیا۔ کہ میں کچھ نہیں کہوں گا۔ جو کہنا ہو۔ خود کہنا۔ چنانچہ مرحومہ نے لا

بالکل ہی صاحب ب گاؤں کے رہنے والی ایسا جسمانی نقص ں نہ انگریزوں کو جانوں۔ اور رہے۔ تو پھر تو مح ت کے اسرار کو۔ ہم حضرت نفسًا الّا وسعہا سلام سے سُنا تھا۔ کہ اپنی معذو م اچھی قوم ہے۔ اور ہمیشہ تمہاری قوم کے متعلق دل سے دعائیں نکلتی تھیں۔ جب کوئی تمہاری قوم کے لئے مصیبت کا وقت آتا تھا۔ رو رو کر دعائیں کیا کرتی تھی۔ کہ اے اللہ تو ان کا حافظ و ناصر ہو۔ تو ان کو تکلیف سے بچائیو۔ لیکن اب جو کچھ جماعت سے خصوصًا قادیان میں سلوک ہو رہا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ارادہ سے نہیں۔ بلکہ آپ ہی آپ بددعا نکلتی ہے۔ آخر ہم لوگوں نے کیا کیا ہے۔ کہ اس رنگ میں ہمیں تکلیف دی جاتی ہے۔ چودھری صاحب نے لارڈ ولنگڈن سے کہا۔ کہ میں صرف ترجمان ہوں۔ میں وہی بات کہدوں گا۔ جو میری والدہ کہتی ہیں۔ آگے آپ انہیں خود جواب دے دیں۔ اور ان کی بات لارڈ ولنگڈن کو پہنچا دی۔ اس سیدھے سادھے اور باعزت کلام کا اثر لیڈی ولنگڈن پر تو اس قدر ہوا۔ کہ اُٹھ کر مرحومہ کے پاس آبیٹھیں۔ اور تسلی دینی شروع کی۔ اور اپنے خاوند سے کہا۔ کہ یہ معاملہ ایسا ہے۔ جس کی طرف تم کو خاص توجہ نی چاہیئے۔ کتنے مرد ہیں۔ جو اس دلیری سلسلہ کے لئے اپنی غیرت کا اظہار کتے ہیں۔ اور کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مرحومہ کی روح کو قبولیت کے ہاتھوں سے لے۔ اور اپنے فضلوں کا وارث کرے۔ آمین۔

سر ظفر اللہ خانصاحب سے محبت

عزیزم چودھری سر ظفر اللہ خانصاحب سے وہ اپنے سب بیٹوں سے زیادہ محبت کرتی تھیں۔ اور اکثر کہا کرتی تھیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو سب سے زیادہ عزت بھی دی ہے۔ اور سب سے زیادہ میرا ادب بھی کرتے ہیں۔

مرحومہ کا ایک خواب

ابھی شوریٰ کے موقعہ پر چودھری صاحب کے ساتھ آئی ہوئی تھیں۔ دو تین دفعہ مجھے ملنے آئیں۔ خوش بہت نظر آتی تھیں۔ مگر کہتی تھیں۔ مجھے اپنا اندر خالی خالی نظر آتا ہے ان کا ایک خواب تھا۔ کہ اپریل میں وہ فوت ہوں گی۔ مگر خوابوں کی بعض دفعہ مخفی تعبیر [illegible] معلوم ہوتا ہے۔ کہ اپریل میں اس بیماری نے لگنا تھا جس سے وہ فوت ہوئیں۔ اپریل کے اس قدر قریب عرصہ میں ان کا فوت ہونا اس خواب کے سچے ہونے کا ایک یقینی ثبوت ہے۔

مرحومہ کی وفات کے متعلق ایک خواب

ایک دو سال ہوئے میں نے خواب میں دیکھا میں اپنے دفتر میں بیٹھا ہوں۔ اور میرے سامنے چودھری ظفر اللہ خاں صاحب لیٹے ہوئے ہیں۔ اور ۱۱۔۱۲ سال کی عمر کے معلوم ہوتے ہیں۔ کہنی پر ٹیک لگا کر ہاتھ کھڑا کیا ہوا ہے۔ اور اس پر سر رکھا ہوا ہے۔ ان کے دائیں بائیں عزیزم چودھری عبد اللہ خاں صاحب اور چودھری اسد اللہ خانصاحب بیٹھے ہیں۔ ان کی عمریں آٹھ آٹھ نو نو سال کے بچوں کی سی معلوم ہوتی ہیں۔ تینوں کے منہ میری طرف ہیں۔ اور تینوں مجھ سے باتیں کر رہے ہیں۔ اور بہت محبت سے میری باتیں سن رہے ہیں۔ اور اس وقت یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ تینوں میرے بیٹے ہیں۔ اور جس طرح گھر میں فراغت کے وقت ماں باپ اپنے بچوں سے باتیں کرتے ہیں۔ اسی طرح میں ان سے باتیں کرتا ہوں۔ شاید اسکی تعبیر بھی مرحومہ کی وفات ہی تھی۔ کہ الٰہی قانون کے مطابق ایک قسم کی ابوت یا مامتا جگہ خالی کرتی ہے۔ تو دوسری قسم کی ابوت یا مامتا اسکی جگہ لے لیتی ہے۔

مرحومہ کے رشتہ دار

مرحومہ کے والد بھی احمدی تھے۔ اور ان کے بھائی چودھری عبد اللہ خانصاحب داتہ زید کا والے ایک نہایت پُرجوش احمدی ہیں۔ اور اپنے علاقہ کے امیر جماعت ہیں۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ کے وقت سے مجھ سے اخلاص رکھتے چلے آئے ہیں۔ اور ہمیشہ اظہار اخلاص میں پیش پیش رہے ہیں۔

دعاء

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ مرحومہ کو اپنے قرب میں جگہ دے۔ اور ان کے خاندان کو ان کی دعاؤں کی برکات سے محروم نہ کرے۔ اور وہ ان کی وفات کے بعد بھی ان کے حق میں پوری ہوتی رہیں۔

یہ سب موتیں ہمارے لئے ایک سبق ہیں۔ اور ہمارے نوجوانوں کو توجہ دلاتی ہیں۔ کہ اپنی زندگی میں ایک خوشگوار تبدیلی پیدا کریں۔ حتّٰی کہ ان میں سے کوئی فوت نہ ہو جسکی جگہ لینے والا دوسرا موجود نہ ہو۔ بلکہ جس ایک کی جگہ لینے والے کئی موجود نہ ہوں۔ آخر ہم سب نے مرنا ہے۔ پھر اس قلیل زندگی کو خدا کے دین کے لئے قربان اور اسکی پیاری یاد میں کیوں صرف نہ کریں اللہ ہی ہمارا متکفل ہو۔ آمین۔ والسلام۔

خاکسار مرزا محمود احمد ۱۷ر مئی ۳۸ء

کیمپ ناصر آباد۔ سندھ۔

تاریخی واقعہ

سکندر اعظم اور حکیم ارسطو کی مراسلت

سکندر کا خط ارسطو کے نام

اگرچہ دنیا نے ہمیں اس مرتبہ پر پہنچا دیا ہے۔ جس کی بلندی اپنے اور پرائے سبھی تسلیم کرتے ہیں۔ اور ہماری تلوار کا لوہا یگانہ و بیگانہ سبھی مانتے۔ لیکن پھر بھی اے حکیم! ہم آپ سے مشورہ طلب کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمارا تجربہ شاہد ہے۔ کہ آپ کا کہا پتھر کی لکیر ہے۔ اور ہم آپ کے نصائح پر عمل کر کے بے شمار فائدے حاصل کر چکے ہیں۔۔۔۔۔۔

کس طرح ہم نے دشمن کو پامال کیا۔ اس کا بیان الفاظ ادا نہیں کر سکتے۔ اور کس طرح ہمیں تائید غیبی ہوئی۔ اس کا شکر ادا کرنے سے ہماری زبانیں عاجز ہیں۔۔۔۔۔۔

بہرحال جب ہم ارض سوریہ اور بابل سے گذر کر فارس پہنچے۔ تو وہیں کے ایک باشندے نے ہمارے آگے بادشاہ وقت کا سر بطور نذرانہ پیش کیا۔ اس کا خیال تھا۔ کہ اس سے ہم خوش ہوں گے۔ کہ ہماری تلوار کی مدد کے بغیر ہی غنیم قابو میں آگیا۔ لیکن ہم نے اس کی بے وفائی کا اعلان کرتے ہوئے اسے سُولی پر لٹکانے کا حکم دیا۔۔۔۔۔۔

یہاں کے لوگ قوی ہیکل۔ عقلمند۔ حاضر جواب۔ ذہین اور خوش باش ہیں۔ اور انہی آثار کو دیکھکر کہنا پڑتا ہے۔ کہ اگر قسمت ساتھ نہ دیتی۔ تو ان کے ملک پر اس طرح بغیر لڑے جھگڑے کے ہمارا قبضہ نہ ہوتا۔۔۔۔۔۔

ابتدا میں ہمیں خیال آیا۔ کہ ان کے دلوں پر اپنی شان و شوکت کی ہیبت اس طرح طاری کی جائے۔ کہ ان کی ساری طاقت کو کچل کر انہیں بالکل بے بس کر دیا جائے۔ لیکن پھر ہمیں خیال آیا۔ کہ جلد بازی اچھی نہیں۔ آپ سے اس امر میں مشورہ کر لینا ہمارے حق میں مفید ہوگا۔ کیونکہ ایسا نہ ہو۔ کہ قسمت کا پانسہ پھر پلٹ جائے۔۔۔۔۔

پس ہم متوقع ہیں۔ کہ آپ غور و فکر کے بعد ہمیں مشورہ دیں گے۔ کہ آیا ان کا قلع قمع کر دینا چاہیئے یا نہیں۔ خیال رکھئے۔ کہ ہم آپ ہی کے مشورہ پر عمل کریں گے۔۔۔۔۔۔

ارسطو کا جواب

۔۔۔۔۔۔ ہر ملک میں ایک ایسا طبقہ ہوتا ہے۔ جو حکومت کی عنان اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔ اگر فارس میں شرفاء کا اثر ہے۔ اور یقینًا ہونا بھی چاہیئے۔ اور اگر آپ انہیں بے دست و پا کر دیں گے۔ تو ظاہر ہے۔ کہ ملک کا دوسرا طبقہ طاقتور ہو جائے گا۔ اور یہ یقینًا کمینے لوگ ہونگے بادشاہوں کے لئے اس سے زیادہ بدبختی کوئی اور نہیں۔ کہ کمینے لوگ ان کے دربار پر اپنا اثر جما لیں۔ اس طبقہ کے لوگوں پر اعتماد رکھنا سخت ترین غلطی ہے۔ ان کے اثرات بڑھیں گے تو بادشاہ کے اثرات کم ہوں گے۔ اور رفتہ رفتہ یہ اپنے کمینہ پن سے ملک میں ایک قسم کا انتشار پیدا کر دیں گے۔۔۔۔۔۔

اسلئے میری رائے ہے۔ کہ آپ شرفاء کو قتل یا ان کی طاقت کو صدمہ پہنچانے سے باز رہیں۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا۔ کہ ساری مملکت کو ان ہی کے درمیان تقسیم کر دیں۔ اور ہر حصہ پر ان کا پرچم لہرا دیں۔ آپ کے سر پر تاج دیکھکر ذمہ داری محسوس کرنے لگیں گے۔ اور رعایا پر انصاف سے حکومت کریں گے۔ اور۔۔۔۔۔۔

تیسرے یہ کہ اہل ملک چونکہ ان سے زیادہ مانوس ہیں۔ اسلئے ان کے ماتحت زیادہ خوش رہیں گے۔ چوتھے یہ کہ وہ اپنی حکمرانی میں اس درجہ مشغول رہیں گے۔ کہ انہیں آپ کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے یا فساد پھیلانے کا خیال تک نہ ہوگا۔ پانچویں یہ کہ جب وہ آپس میں لڑیں گے۔ تو آپ کی شہنشاہیت کی طرف رجوع کریں گے۔ اور انہیں آپ ہی کو ثالث بنانا پڑے گا۔ آپ کا فیصلہ ان کے لئے اٹل ہوگا۔ اس طرح آپ کی طاقت زیادہ ہوگی۔ اور اقتدار بڑھے گا۔

بہرحال جو کچھ میری سمجھ میں آیا۔ میں نے بیان کر دیا۔ اب عمل کرنا یا نہ کرنا بادشاہ کے ہاتھ میں ہے۔ (ماخوذ)

سنٹرل اسمبلی کا اجلاس

شملہ ۲۰ر مئی۔ سنٹرل اسمبلی کا اجلاس ۸ر اگست کو شملہ میں شروع ہوگا۔

جرمن نوآبادیات

یورپ کے سیاسی حلقوں میں یہ خبر گشت لگا رہی ہے۔ کہ برطانیہ اب جرمنی کی نوآبادیات واپس کر دینے کے لئے آمادہ ہو گیا ہے۔ اگرچہ ہٹلر کی برلن کو روانگی سے پہلے برطانیہ نے اس معاملہ پر کوئی اظہار رائے نہیں کیا۔ تاہم یقین کیا جاتا ہے۔ کہ روم سے واپسی پر اگر ہر ہٹلر نے نوآبادیات کی واپسی پر زور دیا۔ تو برطانیہ رضاکارانہ طور پر جرمنی نوآبادیات سے دست بردار ہو جانے کے لئے تیار ہو جائے گا۔

ہر ہٹلر روم میں

ہر ہٹلر روم سے واپس چلا گیا ہے۔ مسولینی نے جس تزک و احتشام سے ہر ہٹلر کا استقبال کیا ہے۔ اسکی مثال بادشاہوں کی تاریخ میں بھی نہیں ملتی۔ اس تقریب کے موقعہ پر اٹلی کے تین بڑے شہروں روم۔ نیپلز اور فلورنس کی سجاوٹ پر ہی ۱۰ کروڑ ڈالر خرچ کئے گئے۔ ہر ہٹلر کو شاہی محلات میں ٹھہرایا گیا۔ اس کے لئے شاہی محلات کا وہ حصہ خالی کرا دیا گیا تھا۔ جس میں اٹلی کا ولیعہد شہزادہ رہتا ہے۔

نیپلز میں ہر ہٹلر کی آمد پر مسولینی نے عظیم الشان بحری مظاہرے کا انتظام کیا۔ روما میں فوجی مظاہرہ کیا گیا۔ ہر ہٹلر کی سلامی اتاری گئی۔ علاوہ ازیں اسے اٹلی کی ہوائی طاقت کا بھی نمونہ دکھایا گیا۔ یہ سارے مظاہرے محض اسلئے کئے گئے۔ کہ ہر ہٹلر کو معلوم ہو جائے۔ کہ اٹلی سے جرمنی کی دوستی کیا معنی رکھتی ہے۔ علاوہ ازیں ان مظاہروں کا مقصد جمہوری ممالک کو خوفزدہ کرنا بھی تھا۔

روم میں ہٹلر کی مصروفیت

مسولینی نے ہر ہٹلر کے اعزاز میں جو پروگرام تیار کر رکھا تھا۔ وہ اس قدر طویل تھا۔ کہ ہر ہٹلر کا سارا وقت مصروفیت میں گزر گیا۔ حتّٰی کہ دونوں ڈکٹیٹروں کو ایک دوسرے سے گفتگو کرنے کا بھی بہت کم موقع ملا۔ یورپ کے حلقوں کا خیال ہے۔ مسولینی نے ایسا جان بوجھ کر کیا ہے۔ کیونکہ اسکی رائے میں الفاظ وہ اثر نہیں کر سکتے۔ جو اعمال کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ہر ہٹلر کے اعزاز میں مسولینی نے جو ہفت روزہ پروگرام مرتب کیا تھا۔ اسکی ہر سرگرمی دیکھنے والے کو خیالات کے سمندر میں غرق کر دیتی تھی۔

اہل امریکہ کا جنون خودکشی

امریکہ کے سنہ ۱۹۳۱ء کے اعداد و شمار سے ظاہر ہے۔ کہ ہر چھبیس منٹ کے وقفہ سے ایک خودکشی کا سانحہ ظہور میں آیا۔ اس طرح فی گھنٹہ تقریباً دو اشخاص ہلاک ہوتے رہے۔ اس سال کی جملہ خودکشیوں کی تعداد بیس ہزار تھی۔ مقتولین کی تعداد بارہ ہزار اور جن کی شیریں زندگیوں کا خاتمہ مشینوں کے تلخ حادثات کے ذریعہ ہوا۔ ان کی تعداد پینتیس ہزار تھی۔ ان اعداد و شمار پر ڈاکٹر فریڈرک ہافمن تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

"ہمارے ملک کی خودکشیوں کی تعداد پر نظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے۔ کہ امریکہ میں سب سے ارزاں شئے انسانی زندگی ہے۔ ہمارا ملک اصول حفظانِ صحت کی سختی سے پیروی کر کے مہلک امراض کو دفع کرتا ہے۔ بہبودی اطفال کا خیال کر کے بچوں کی نشوونما میں مدد دیتا ہے۔ اور معالجہ کا معقول انتظام مہیا کر کے لوگوں کو قبل از وقت مرنے سے بچا لیتا ہے۔ اور اپنی اس شرح اموات کی کمی کی کارگزاری پر پھولا نہیں سماتا۔ لیکن خودکشی۔ قتل اور حادثوں کی طرف سے غافل رہ کر اپنی اونچی پیشانی پر آپ کلنک کا ٹیکہ لگاتا ہے۔

"اگر حکومت اسکی روک تھام نہیں کر سکتی۔ تو ہمارا فرض ہے۔ کہ ایک قومی ادارہ اس غرض سے قائم کریں۔ جو لوگوں کو خودکشی کے بزدلانہ فعل سے باز رکھنے کی ترغیب دے۔ قتل کی وحشیانہ کارگزاری سے حتی الامکان روکا جائے۔ اور حادثوں کو کم کرنے کے لئے کارخانوں کے قوانین سخت سے سخت تر کئے جائیں۔ اور ان کی نگرانی کی جائے"۔

نہیں معلوم ڈاکٹر صاحب کے اس صدائے احتجاج پر گورنمنٹ نے کان کھڑے کئے۔ یا "لمبے کان والے جانور" نے مگر قوم نے اس تجویز کا بڑے جوش و خروش کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارنے والوں کے حالات کی تحقیقات نہایت چھان بین کے ساتھ ہوئی۔ جن سے ظاہر تھا۔ کہ طریقہ خودکشی ننانوے فی صدی تکلیف دہ تھا۔ رہا سبب خودکشی۔ سو معلوم تھا۔ کہ شکستہ دلی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ اسلئے ارباب حل و عقد نے اسباب و علل کی طرف عنانِ توجہ نہیں موڑی۔ بلکہ اس پر ماتم کیا۔ کہ غریب مرنے والوں کو مرتے دم بھی آرام و سکون میسر نہ آیا۔ "امریکی قوم مردہ نہیں۔ بلکہ زندہ ہے"۔ کی تجویز منظور ہوئی۔ اور ایک قومی ادارہ کی داغ بیل اس غرض سے ڈالی گئی۔ کہ مرنے والوں کے لئے آرام و آسائش اور سکون و اطمینان مہیا کیا جائے۔ افراد قوم نے اس کار خیر میں دل کھول کر حصہ لیا۔ ایک کثیر رقم جمع کی گئی۔ عمدہ عمارات اور پُر فضا مقامات وقف کئے گئے۔ ممبروں کی تعداد اتنی بڑھی۔ کہ اگر یہ راز حکومت پر آشکارا ہو۔ تو یہ خیال کر کے کہ ایسے سر بکف سپاہی پھر میسر نہ آئیں گے۔ دنیا کو دعوت جنگ دے دیتی۔ مگر حکومت کا اس راز سے واقف نہ ہونا ہی اچھا ہوا۔ کیونکہ ان ممبروں میں سب کے سب دوسروں کی جان لینے پر نہیں۔ بلکہ اپنی جان دینے پر تلے ہوئے تھے۔

رضاکاروں کی فہرست میں دنیا کے بڑے بڑے عقلمندوں نے اپنے نام لکھوائے سائنسدان پوٹاشیم سائنڈ سے جلد اثر کرنے والا مگر خوش ذائقہ زہر دریافت کرنے کی کوشش میں ہمہ تن مشغول تھے۔ ڈاکٹر نزع کی تکلیف اور مرتے وقت کی کرب و بے چینی کم سے کم کرنے کی فکر میں تھے۔ فلسفی موت کے بھیانک منظر کو سکون و اطمینان کی خوشگوار فضا میں جذب کر دینے کی موج میں سر بگریبان تھے۔ منتظمین اس جستجو میں تھے۔ کہ ہر مذاق اور ہر خواہش کو پورا کر کے دنیا کا ریکارڈ قائم کریں۔ اس سلسلہ میں ہر ممبر کی ذہنیت کا رجحان طبیعت کا میلان اور فطرت کے تقاضا کا خیال رکھ کر کہیں تہذیب حاضر کی چمک دمک سے نظریں چکا چوند کی گئیں۔ تو کہیں ابتدائے آفرینش کا سادہ نقشہ کھینچا گیا۔ کسی جگہ محفل رقص و سرود کی جذبات برانگیختہ کرنے والی محفلیں منعقد کی گئیں۔ تنوع کا ہر ممکن سامان مہیا کیا گیا۔ اور ہر ممبر کو یہ سہولت بہم پہنچائی گئی۔ کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق جو ماحول پسند کرے۔ اسی میں خودکشی کرے۔ غرض یہ کہ جو تصور اس کے ذہن میں موت کی بہترین فضا کا تھا۔ وہ اس کے آنکھوں کے آگے حقیقت کے لباس میں دکھا دیا گیا۔

خودکشی کرنے والے ممبر کے ذمہ بس کام اتنا تھا۔ کہ وہ جس وقت مرنا چاہے۔ کلب میں چلا آئے۔ اور جو مقام پسند ہو۔ اپنے کام میں لائے۔ اور جو طریقہ خودکشی مرغوب ہو۔ اس سے فائدہ اٹھائے۔

ہندو عورت کا جرم اق

ملتان ۱۱ مئی ۔ ۱۰ مئی کو میلسی کی ایک [illegible] نوجوان عورت پولیس کی نگرانی میں ڈسٹرکٹ [illegible] جیل سے کچہری لاتی ہوئی دیکھی گئی۔ معلوم [illegible] کہ چند یوم ہوئے۔ کہ ایک لڑکے کی جراب [illegible] کنوئیں میں گر گئی۔ وہ کنوآں میں جھانکنے [illegible] تھا۔ ملزمہ بھی کنوآں پر پانی بھرنے کے لئے [illegible] آئی۔ اور کنوآں پر اس لڑکے کو کنوآں میں جھانکتے ہوئے دیکھا۔ پولیس نے اس عورت کا چالان لڑکے کو دھکا دے کر کنوآں میں دھکیل دینے کے الزام میں بعدالت مسٹر ٹیبل [illegible] ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ملتان پیش کیا۔

لاہور ۱۳ مئی ۔ محکمہ اطلاعات کے موجودہ ڈائرکٹر کے جانشین کے تقرر کے سلسلہ میں ایسوسی ایٹڈ پریس کو تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا ہے۔ کہ پنجاب گورنمنٹ نے فیصلہ کیا تھا۔ کہ موجودہ ڈائرکٹر کی جگہ کسی ایسے شخص کو مقرر کیا جائے۔ جس میں اخبار نویسی کی قابلیت ہو۔ اور جو اخبارات کے کام اور ضروریات کے متعلق عملی تجربہ رکھتا ہو۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا تھا۔ کہ پبلک سروس کمیشن سے کہا جائے۔ کہ اس عہدہ کے لئے کھلی مارکٹ سے آدمی منتخب کیا جائے۔ اس فیصلہ کے بعد ضابطہ کے مطابق امیدواروں کے لئے شرائط مرتب کی گئیں۔ اور لاہور میں سیکرٹریٹ بند ہونے سے تھوڑے دن پہلے ان کے متعلق آخری فیصلہ کیا گیا۔ اب جبکہ شملہ میں سیکرٹریٹ کے دفاتر کھل گئے ہیں۔ گورنمنٹ اپنے فیصلہ کو عملی جامہ پہنائے گی۔ جب تک ایسا نہیں ہوتا۔ خان صاحب چودھری محمد حسین صاحب سپرنٹنڈنٹ پریس برانچ بطور قائم مقام ڈائرکٹر کام کریں گے۔

چین و جاپان کی جنگ

جاپان حقیقت میں چین سے صلح چاہنے لگ گیا ہے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ جاپان اس جنگ سے مقروض ہوتا جا رہا ہے۔ ملک کے اندر بے چینی اور تشویش روز بروز زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔ ہڑتالیں اور مزدوروں کے جھگڑے آگے سے کہیں زیادہ ہیں۔ جاپان کے اندر بہت اودھم مچا ہوا ہے۔ یہ بات الگ ہے۔ کہ باہر کے ملکوں تک اسکی خبر جانے کی،

طبی کالم

[illegible]ان خون تیز کرنیکے ذرائع

ڈاکٹر ہیوجر نے جسم کے مختلف آسنوں کی جو ورزشیں بتائی ہیں۔ وہ دورانِ خون کو تیز کرنے [illegible]بدی دورانِ خون کی ترقی کے لئے بہت [illegible]ید ہیں۔ یہ ورزشیں حسب ذیل ہیں۔

(پہلا آسن) مریض بستر پر چت لیٹ کر اپنی ٹانگیں اتنی اونچی کر کے کسی چیز پر ٹکائے۔ کہ ۴۵ درجے کا زاویہ بن جائے۔ اس اونچائی پر پیروں کو دو منٹ تک رکھنا چاہیئے۔ (دوسرا آسن) مریض پلنگ کی پٹی پر پاؤں لٹکا کے بیٹھ جائے۔ اس طرح تین منٹ تک بیٹھنا چاہیئے۔ اور اس تین منٹ کے دوران میں مریض کو چاہیئے۔ کہ اپنے پیروں کو پہلے اوپر اور نیچے کی طرف موڑتا رہے۔ پھر اندر اور باہر کے رخ موڑے۔ اور پھر پیر کی انگلیوں کو نیچے اور اوپر کی طرف موڑتا رہے۔ (تیسرا آسن) بستر پر چت لیٹ کر مریض اپنے پیروں کو گرم کمبل میں لپیٹ لے۔ اور پانچ منٹ تک اسی طرح لیٹا رہے۔

زندگی کی ”پنہانیاں“ اور اُنکا خراب اثر

کھلی ہوا میں جسم اگر کھلا رہے۔ تو حصول صحت اور نشو و نما کے لئے اس سے بہتر اور اس سے سستا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے۔ بلیک پول کی انجمن ترقی علوم کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر ڈاکٹر اوٹو کیٹنز نے اس رائے کا اظہار کیا تھا۔ ڈاکٹر اوٹو نے آب و ہوا کی دو قسمیں بیان کیں۔ ایک سایہ دار مقامات کی ڈھکی چھپی ہوا۔ اور دوسری محرک حیات ہوا۔ انہوں نے کہا۔ کہ سب سے زیادہ ڈھکی چھپی ہوا ہمارے گھروں کے اندر کی ہوا ہوتی ہے۔ یہ ممکن ہے۔ کہ بعض مریضوں کے لئے یا کمزور بچوں کے لئے وہ مناسب ہو۔ لیکن محرک حیات ہوائیں اس سے قدرو قیمت میں کہیں زیادہ ہیں۔ کیونکہ وہ بچوں کا جسم بناتی اور نوجوانوں کو نشو و نما بخشتی ہیں۔

ممکن ہے۔ کہ کوئی غیر معلوم چیز اور بھی ہو۔ لیکن اب تک ہمیں جو کچھ معلوم ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ جس چیز کا نام محرک آب و ہوا رکھا [illegible] آندھی اور سمندر کی تڑپتی ہوئی موجیں ہیں۔ انہوں نے ان بچوں کا ذکر کیا۔ جنہیں تجربے کے طور پر دس مہینے تک مسلسل شہر میں رکھا جاتا تھا۔ اور پھر دو مہینے کے لئے سمندر کے ساحل پر بھیجدیا جاتا تھا۔ یہ بات مشاہدہ میں آئی۔ کہ بچوں کے جسم میں جس قدر ترقی ہوتی تھی۔ وہ انہی دو مہینوں میں ہوتی تھی۔ کہ جو وہ ساحل پر گذارتے تھے۔ اور اتنے عرصہ میں اس آب و ہوا کے اثر سے وہ اپنے جسم میں تقریباً چھ سو گرام فی ماہ کا اضافہ کر لیتے تھے۔

ڈاکٹر موصوف کا بیان ہے۔ کہ اس قسم کی محرک آب و ہوا سے معدہ کی رطوبت کا ترشح اور بھوک دونوں چیزیں بڑھ جاتی ہیں۔ لیکن یہ تحریک صرف جلد ہی کے راستہ سے پہنچتی ہے۔ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ ہمیں اپنے جسم کی جلد ہوا میں کھلی رکھنی چاہیئے۔ اور روشنی کا اثر اس پر ہونے دینا چاہیئے۔

ہمارے گھروں کے اندر کی ڈھکی ہوئی آب و ہوا میں نہ تو تیز ہواؤں کو وہاں تک پہنچنے کا موقع ملتا ہے۔ اور نہ دھوپ ہی ہمارے کمروں کے اندر جاتی ہے۔ اور اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ کمروں کے اندر رہ کر ہمارے جسم کو یہ قدرتی تحریک میسر نہیں آتی۔

ڈاکٹر موصوف نے یہ بھی بتایا۔ کہ حرارت غریزی کو اعتدال رکھنے کے متعلق انسانی جسم میں حیوانوں کے جسم کی بہ نسبت بہتر انتظامات ہیں۔ کیونکہ ہمارے ان عروق کا حجم بہ آسانی بدلتا رہتا ہے۔ جو کہ جلد میں خون پہنچاتی ہیں۔ انسان کی یہ صلاحیت اور ضرورت کے مطابق تغیرات قبول کر لینے کی یہ طاقت ہی ہے۔ جس نے اسے زمین کا حکمران بنا دیا ہے۔ ڈھکی ہوئی آب و ہوا میں بدن کی جلد اپنے فرائض کی انجام دہی سے قاصر رہتی ہے۔ اسلیئے قوم کی صحت کے نقطۂ نظر یہ بہت ہی اہم ہے۔ کہ ہر بچے اور ہر بالغ آدمی کو یہ معلوم ہو۔ کہ جسم کی صحیح نشو و نما اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے۔ کہ جب وہ اپنی جلد کو دھوپ اور ہوا کے اثرات قبول کرنے کے لئے کھلا رکھیں۔ گرم ملکوں کے لئے بھی یہ اصول اسی قدر صحیح ہے۔

شادی شدہ لوگوں کی عمر طویل ہوتی ہے

چند مہینے ہوئے۔ کنیڈا سے ایسے اعداد آئے ہوئے شائع ہوئے تھے۔ جن سے یہ واضح ہوتا تھا۔ کہ شادی شدہ مخصوص عمروں میں کنواروں کی بہ نسبت کم مرتے ہیں۔ میٹروپولیٹن لائف انشورنس کمپنی نے امریکہ کے مردوں اور عورتوں کے اعداد فراہم کئے ہیں۔ جن سے یقینی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ تمام زمانۂ حیات میں یہی قاعدہ جاری رہتا ہے۔ کہ زندگی سے کنواروں کی بہ نسبت شادی شدہ مردوں کو زیادہ حصہ ملتا ہے۔ اسی طرح شادی شدہ مردوں اور عورتوں میں مردوں پر قدرت زیادہ مہربانی کرتی ہے۔ تیس سے پینتالیس سال کی عمروں تک شادی شدہ مردوں میں کنواروں کی بہ نسبت اموات کی تعداد نصف سے بھی کم ہوتی ہے۔ تیس اور پینسٹھ سال کے درمیان کی عمروں میں بیاہی عورتوں میں کنواریوں کی بہ نسبت صرف دس فی صدی اموات کی کمی رہتی ہے۔ بیس سے چوبیس برس کی بیاہی ہوئی جوان عورتوں میں کنواریوں کی بہ نسبت شرح اموات ایک ذرا سی زیادہ ہے۔ جن مردوں کی بیویاں مر چکی ہیں۔ ان میں ان مردوں کی بہ نسبت کہ جن کی بیویاں زندہ ہیں۔ شرح اموات قریب قریب دوگنی ہوتی ہے۔ لیکن بیوہ عورتوں میں اپنی ہم عمر خاوند والیوں کی بہ نسبت شرح اموات کچھ یونہی سی زیادہ ہوتی ہے۔

پنجاب یونیورسٹی کے میٹریکولیشن امتحان کا نتیجہ

لاہور۔ ۲۱ مئی۔ آج صبح پنجاب یونیورسٹی کے میٹریکولیشن امتحان کا نتیجہ نکل آیا۔ اس دفعہ کل ۲۲۶۹۴ لڑکوں نے امتحان دیا تھا۔ جن میں سے ۱۸۳۷۱ پاس ہوئے۔ سنٹرل ماڈل سکول لاہور کا ایک لڑکا سومناتھ نیٹر صوبہ بھر میں اول رہا۔ اس نے ۴۷۸ نمبر حاصل کئے۔ اس دفعہ پاس ہونے والے طلباء کی اوسط ۸۱٫۴ ہے۔ گذشتہ سال ۷۶٫۳ تھی۔

شہید گنج کیس پریوی کونسل میں لیجانے کی درخواست منظور ہو گئی

لاہور۔ ۲۰ مئی۔ آج لاہور ہائیکورٹ کے فل بنچ کے روبرو شہید گنج کے فیصلہ کے خلاف پریوی کونسل میں اپیل کی اجازت کے لئے درخواست پیش ہوئی۔ عدالت نے درخواست منظور کر لی۔ اس کے علاوہ ۳۱ دسمبر ۱۹۳۹ء تک ایک عارضی امتناعی حکم جاری کیا گیا۔ کہ متنازعہ جگہ میں تبدیلی نہ کی جائے اور نہ اس پر کوئی عمارت بنائی جائے۔

سوچو میں خونریز جنگ۔ جاپانی توپوں سے کئی ٹن گولے برسائے گئے

ٹوکیو ۱۹ مئی۔ جاپانیوں کا دعوےٰ ہے۔ کہ انہوں نے سوچو پر مکمل قبضہ کر لیا ہے۔ چین کے جو سپاہی بچ گئے ہیں۔ وہ جنوب مشرق کی طرف پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ جاپانیوں کا یہ بھی دعوےٰ ہے۔ کہ سوچو کے شمال مشرق میں چینی محاذ ٹوٹ گیا ہے۔ جاپانی فوج بڑی نہر سے جس کو پار کرنے کی کئی ہفتوں سے کوشش کی جا رہی تھی۔ گذر گئی ہے۔ چینیوں کا بیان ہے۔ کہ سوچو میں ان کی کامیابی کی بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ چینی فوج کو سوچو کے شمال مشرق میں تنگ محاذ پر لڑائی میں مصروف رکھا۔ اور دونوں اطراف سے سوچو کی طرف اپنی فوج کی پیشقدمی جاری رکھی۔

سوچو پر مکمل قبضہ نہیں ہوا

رپورٹر کا ایک اور تار مظہر ہے۔ کہ جاپانیوں کی اس پیشگوئی کے باوجود کہ وہ رات تک سوچو پر قبضہ کر لیں گے۔ شہر کے ایک حصے پر ابھی تک چینیوں کا قبضہ ہے۔ جاپانی توپوں اور ہوائی جہازوں سے متواتر کئی ٹن گولے چینیوں پر برسائے گئے۔ اس اطلاع کی تصدیق ہو گئی ہے کہ مارشل چیانگ کائی شیک مرکزی گورنمنٹ کی فوجوں کو لے کر پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ اور پراونشل فوج کو جاپانیوں کے مقابلہ کے لئے چھوڑ گئے ہیں۔

مصر میں کنواروں پر ٹیکس

قاہرہ (بذریعہ ڈاک) مصر سے زنان بازاری کی قباحت کو دور کرنے کے لئے مصر گورنمنٹ نے ایک بل مرتب کیا ہے۔ جسے پارلیمنٹ کی آئندہ میٹنگ میں پیش کیا جائیگا۔ بل کی منشاء کنواروں پر ٹیکس عائد کرنا ہے۔ ماہرین کی رائے ہے۔ کہ بازاری عورتوں کا روزگار صرف کنواروں کی بدولت جاری ہے۔ اس بل کے خلاف پروٹسٹ بھی شروع ہو گیا ہے۔

غیر احمدی مشن!

غیر احمدی علماء اور عقیدۂ حیات مسیح ناصری علیہ السلام

حیات مسیحؑ کے عقیدہ سے رسولِ پاک کی توہین

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسماں پر
مدفون ہو زمیں میں شاہِ جہاں ہمارا

پیارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں جہاں اور بہت سی علامتوں کا جو کہ مسیح موعودؑ کے زمانے کے ساتھ تعلق رکھتی تھیں ذکر فرمایا ہے۔ وہاں ایک علامت یہ بھی بیان فرمائی ہے۔ کہ مسیح موعودؑ ایسے وقت میں مبعوث ہوگا۔ جبکہ امت محمدیہ عقائد حقہ کو چھوڑ کر عقائد باطلہ کو جن کو اس نے خود گھڑا ہوگا۔ پیروی شروع کردیگی۔

چنانچہ نی زمانہ یہ امر کسی سے مخفی نہیں۔ کہ مسلمانوں اور ان کے لیڈروں نے جو کہ پیٹ کے بندے تھے۔ رسول پاک کی مقدس تعلیمات کو پسِ پشت ڈال کر اپنے من گھڑت عقائد کی پیروی اختیار کر رکھی ہے۔ لہٰذا ایسے وقت میں مسیح موعود کا آنا لازمی تھا۔ تاکہ وہ مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کر کے انہیں صراطِ مستقیم پر چلاتا۔ سو مبارک ہو انہیں جو صداقت کے متلاشی ہیں۔ کہ وہ عین وقت پر قادیان کی مقدس بستی سے کھڑا ہوا۔ اور اس نے جہاں اور دیگر عقائد کی جو کہ عقائد باطلہ تھے۔ تردید فرمائی وہاں اس امر کو بھی دلائل و براہین کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچا دیا۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام دیگر انبیاء کی طرح وفات پا چکے ہیں۔ اور ان کی انتظار اب بے سود ہے۔

بالمقابل اس کے غیر احمدی علماء نے ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا۔ کہ کسی طرح ہمارا عقیدہ دربارہ حیات مسیح دلائل کے میدان میں صحیح ثابت ہو۔ مگر واقعات اس امر کے شاہد ہیں۔ کہ کسی طرح بھی انہیں اس بات میں کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ بلکہ جوں جوں عقیدہ حیات مسیحؑ کی بطالت ثابت ہوتی گئی۔ توں توں ہی مسلمان اس غلط عقیدہ سے بیزار ہوتے گئے۔

چنانچہ آج جبکہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو قائم ہوئے پچاس برس ہونے کو ہیں۔ نوّے فی صدی مسلمان حیاتِ مسیح کو چھوڑ کر وفاتِ مسیح کے قائل ہو چکے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ جس سے کسی صورت میں بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور عنقریب وہ وقت بھی آنے والا ہے۔ جس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں۔

"ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی۔ کہ عیسےٰ کی انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے۔ اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا۔ اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں۔ جو اسکو روک سکے"۔ تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۵۔

آج جبکہ غیر احمدی علماء نے دیکھا۔ کہ اس غلط عقیدہ کی ناؤ ڈوبنے والی ہے۔ تو اسکو بچانے کی خاطر انہوں نے اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے۔ اور عوام کے سامنے وہ وہ باتیں پیش کرنے لگ پڑے۔ جن کو نہ صرف شریعت اسلامیہ ہی غلط قرار دیتی ہے۔ بلکہ ایسی باتیں عقل انسانی کے بھی خلاف ہیں۔

برابر پچاس برس سے جماعت احمدیہ کی طرف سے یہ بات پیش کی جا رہی ہے۔ کہ اگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو قوانین خدا پر جو نسل انسانی کے لئے قرآن شریف میں درج ہیں۔ لکیر کھینچ کر بجسد عنصری چوتھے آسمان پر مانا جائے تو اس سے رسول پاک حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین لازم آتی ہے۔ کیوں؟ اسلئے کہ سارے نبیوں کا سردار رسولوں کا فخر ہمارا پیارا آقا رسول عربی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تو زیرِ زمین مدفن ہو۔ مگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام خدا کے اسقدر مقرب و محبوب نبی ہوں۔ کہ پہلے پہ بھی نہیں۔ بلکہ چوتھے آسمان پر خدا انہیں لے جائے۔ اور باوجود دو ہزار برس گذرنے کے ان کے جسم مطہر میں ذرہ بھر بھی تغیر تبدل واقع میں نہ آنے دے۔ ع

کچھ تو سوچو گر تمہیں کچھ ہوش ہے

غیر احمدی علماء کی طرف سے پہلے تو اس بات کا جواب بجز خاموشی کے کوئی نہ دیا جاتا تھا۔ مگر آج جبکہ ان کو اپنے پیٹ کی فکر پڑی۔ اور دیکھا۔ کہ بہت سے مسلمان اس غلط عقیدہ کو ترک کئے جا رہے ہیں۔ تو خیال آیا۔ کہ جمعرات کی روٹیاں اب ہمیں کون دیگا۔ مٹھائیاں کہاں سے نصیب ہوں گی۔ عرسوں میں کون پوچھے گا۔ "کون عزیبانہ زندگی لبسر کرے۔ کوئی نیا سلسلہ جاری کرو۔ دنیا میں تو چند روز، مزے اور عیش سے گزریں۔ چنانچہ "مولویصاحبان" کو مجبوراً ایک نیا ڈھونگ رچانا پڑا۔ اور پیٹ کی خاطر"۔ انہوں نے عوام کو جو کہ خصوصاً ان پڑھ ہوتے ہیں۔ متذکرہ بالا لاجواب بات کا زمیندار کو ڈھارس دینے کے لئے کچھ عرصہ سے یہ جواب دینا شروع کیا ہے۔ کہ دیکھو احمدی لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ اگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو آسمان پر مانا جائے۔ تو اس سے رسول پاک کی ہتک لازم آتی ہے۔ یہ محض احمدیوں کا مغالطہ ہے۔ جو وہ پبلک کو دینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت الامر یہ ہے۔ کہ اس سے تو رسول پاکؐ کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ نہ کہ توہین۔

تم کسی انسان کے ہاتھ میں ایک ترازو پکڑا دو ایک پلڑے میں رکھ دو سیر کو اور دوسرے میں پاؤ کو۔ تم دیکھو گے۔ کہ پاؤ کا پلڑا اوپر ہے۔ اور سیر کا نیچے۔ پس نتیجہ ظاہر ہے۔ رسولِ پاک کے بالمقابل مسیح کم شان تھا۔ لہٰذا اوپر چاہیئے تھا۔ جس طرح کم وزن پاؤ اوپر ہے۔ اور حضور انور نیچے۔ جس طرح سیر جو زیادہ وزن کا ہے۔ نیچے ہے۔

پھر تم دیکھتے نہیں۔ کہ پانی کے اوپر ہوتا ہے بلبلہ اور ہیرے جواہرات نیچے ہوتے ہیں۔ بتاؤ بلبلوں کی ہیرے و جواہرات کے بالمقابل حیثیت ہی کیا ہے۔

پھر اگر مینہ برس رہا ہو۔ تو اس سے بچنے کی خاطر تم اپنے اوپر چھتری لیتے ہو۔ احمدیوں سے پوچھو۔ کہ چھتری خدا کے نزدیک فضیلت رکھتی ہے۔ یا انسان۔ ہر کوئی کہے گا۔ انسان فضیلت رکھتا ہے۔ پس انسان نیچے ہوتا ہے۔ اور چھتری اوپر۔ نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔

حاصل مطلب یہ کہ چھوٹی چیز اوپر ہوتی ہے۔ اور بڑی چیز نیچے۔ جیسے اوپر کی مثالوں سے ظاہر ہے۔ یہ ایک معیار ہے۔ جو قائم ہوا۔ پھر لطف یہ کہ جس کے متعلق اللہ تعالےٰ فرما دے۔ بل رفعہ اللہ الیہ۔ اس کے متعلق احمدی لوگ کہیں کہ نہیں۔ وہ تو فوت ہو چکا۔ تم اپنے پیدا کرنیوالے خدا کی بات مانو گے۔ یا احمدیوں کی۔ جو کہ خدا کی ہی پیدا کردہ مخلوق ہیں۔

پیارے ناظرین۔ ان باتوں کا جواب دینے کی کوئی چنداں ضرورت تو نہ تھی۔ کیونکہ علم دوست احباب ایسی باتوں کی لغویت سے آگاہ ہیں۔ محض غیر احمدی علماء کا دعویٰ باطل توڑنے کی خاطر کہ احمدیوں کا بڑے سے بڑا عالم ان باتوں کا جواب نہیں دے سکتا۔ نیز زمیندار لوگوں کے لئے جو کہ ایسی باتوں کو سنکر جلد متأثر ہو جاتے ہیں۔ مختصراً جواب عرض کئے جاتے ہیں۔ شاید کوئی طالب حق اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے غیر احمدی علماء کے جال میں سے نکل کر حق کو قبول کرے۔

یہ معیار کہ چھوٹی چیز اوپر ہوتی ہے۔ اور بڑی نیچے۔ اسلئے مسیح کم شان تھا۔ لہٰذا اوپر چاہیئے تھا۔ اور رسول پاکؐ نیچے۔ ایک غیر معقول معیار ہے۔ کیوں؟ اسلئے۔ کہ جس طرح تم مثالیں پیش کرتے ہو۔ اسی طرح کی ہم بھی ایسی مثالیں پیش کر سکتے ہیں۔ جو تمہاری مثالوں کے برعکس ہوں۔ مثلاً یہ کہ کسی انسان کے ہاتھ میں ایک لسی کا گلاس پکڑا دو۔ اس میں مکھن رکھدو تم دیکھو گے۔ کہ مکھن اوپر ہے۔ اور لسی نیچے۔ حالانکہ مکھن کو لسی پر فضیلت ہے۔ جس سے کسی کو بھی انکار نہیں۔ اب بتاؤ۔ تمہارا معیار کیسے صادق ہوا۔

پھر دودھ کے اوپر ملائی ہوتی ہے۔ اور دودھ نیچے۔ بے وقوف سے بے وقوف انسان سے بھی دریافت کرو۔ کہ کونسی چیز فضیلت رکھتی ہے۔ وہ یہی کہے گا۔ کہ ملائی۔ نہ کہ دودھ۔ بتاؤ۔ اب تمہارے معیار کو کہاں رکھا جائے۔

پھر تم پاخانہ بیٹھتے ہو۔ تم اوپر ہوتے ہو۔ اور پاخانہ نیچے۔ تو کیا نجاست تم سے فضیلت رکھتی ہے۔ سوچ سمجھکر جواب دو۔

پھر یہ کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کے اوپر کے حصہ میں جو اعضاء رکھے ہیں۔ ان کو نیچے کے اعضاء پر فوقیت ہے۔ مثلاً سر کو پاؤں پر فضیلت ہے۔ یوں سمجھ لو۔ کہ ایک انسان غیر مسلم ہو کر قرآن شریف کو نعوذ باللہ پاؤں تلے رکھتا ہے۔ تمام مسلمانوں کی آنکھوں میں خون کے آنسو بھر آئیں گے۔ کیوں۔ اسلئے کہ اس نے قرآن شریف کو پاؤں تلے رکھ کر اسکی توہین کی۔ جیسے کشمیر کے واقعات سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر وہی غیر مسلم بجائے پاؤں کے قرآن شریف کو سر پر رکھتا۔ تو تمام مسلمان خوش ہو جاتے۔ اور اسکو اپنے ہاتھوں پر اٹھاتے اور کہتے کہ دیکھو غیر مسلم ہو کر کس قدر قرآن شریف کی تعظیم و تکریم ادب اور پاس کرتا ہے۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ جب کوئی بادشاہ تخت پر بیٹھتا ہے۔ تو اس کے سر پر ہمیشہ تاج رکھا جاتا ہے۔ نہ کہ پاؤں میں۔ اگر کوئی تاج کو پاؤں میں رکھے۔ تو ہر کوئی اسے [illegible] ہی کہے گا۔

پھر غیر احمدی علماء سوچیں تو سہی۔ کہ ان کے اس پیشکردہ معیار سے خدا کی توہین کسقدر لازم آتی ہے۔ ابوجہل فرعون۔ اور اسی طرح دیگر خدا کے منکر اور نبیوں کے دشمن تو زمین میں سپرد خاک ہوں۔ مگر خدا سبحانی ما اعظم الشانی کے مطابق سب سے اوپر ہو۔ جیسے بل رفعہ اللہ الیہ سے بھی ظاہر ہے۔ کیو حضرت مسیح کو خدا نے اپنی طرف اٹھالیا۔ خدا کی طرف ہوئی آسمان تبھی تو بقول غیر احمدی علماء حضرت مسیح آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔

اے احمدی جماعت پر توہین مسیح کا الزام لگانے والے پیٹ پرست ملانوں! ذرا اپنے اس پیشکردہ معیار کو سامنے رکھ کر خدا لگتی کہو۔ کہ کیا اس تمہارے پیش کردہ معیار سے خدا کی توہین تو لازم نہیں آتی؟ آتی ہے۔ اور یقیناً آتی ہے۔ تو پھر تم ایسے غیر معقول معیار پیش کرنے سے باز کیوں نہیں آتے۔ کیا تمہیں خدا کا خوف نہیں آتا۔

پھر اسی معیار سے مسیح کی بھی توہین لازم آتی ہے؟ کیوں اسلئے کہ تمہارے باپ دادے تو زمین میں دفن ہوں۔ مگر خدا کا مقرب اور محبوب نبی مسیح ناصری علیہ السلام آسمان پر تشریف رکھتا ہو۔ نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔ پھر رسول کریمؐ کی بھی توہین لازم آتی ہے۔ کیونکہ تمام کے تمام لوگ جو مر چکے ہیں۔ سب کے سب زمین میں دفن ہیں۔ اور ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بھی تو نعوذ باللہ سب کے سب برابر ہوئے۔ رسول کریم اور دیگر انبیاء کا درجہ دیگر انسانوں سے کس طرح بڑھ چڑھ کر ہوا۔ سچ کہہ دو۔ ع

ہم الزام انکو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

پھر ذرا معراج نبوی کو سامنے رکھ کر سوچو تو سہی کہ جب تم لوگ اسٹیج پر کھڑے ہو کر بڑے زور شور سے اور گلے پھاڑ پھاڑ کر کہا کرتے ہو۔ کہ لوگو دیکھو ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی کس قدر شان ہے۔ کہ حق تعالےٰ آپ کو تھوڑے سے وقت کے لئے آسمان پر لے گیا۔ تا وہاں کی سیر کرائے۔ مگر تمہارے نبیوں میں سے ایک کو بھی حق تعالےٰ نے آسمان پر تھوڑے سے عرصہ کے لئے بھی نہ اٹھایا۔ وہ تھوڑا سا وقت اپنے اندر اس قدر نشان رکھتا ہے۔ کہ اس کے اظہار کے لئے تم زمین کی چیز کو آسمان کی چیز پر فضیلت دیتے ہو۔ اور اس وقت معراج نبوی کا قصہ ہی بھول جاتے ہو۔ اور ایسے ایسے غیر معقول معیار پیش کرنے لگ پڑتے ہو۔ جن سے خدا کی بھی توہین رسول کریمؐ کی بھی توہین اور دیگر انبیاء کی بھی توہین لازم آتی ہے۔

یہ متضاد امور کیوں؟ یہ دورنگی کیسی؟ پس اب بھی حیات مسیح کے عقیدہ سے باز آجاؤ۔ جس سے عیسائیت کو تقویت اور اسلام کو سخت ضعف پہنچ رہا ہے۔ فی الحال میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اگر ضرورت پڑی۔ تو انشاء اللہ اور خدمت کرنے سے بھی دریغ نہ کروں گا۔ ؎

مسلمانوں پہ تب ادبار آیا
کہ جب تعلیم فرقاں کو بھلایا
رسول حق کو مٹی میں سلایا
مسیحا کو فلک پر ہے بٹھایا
یہ توہین کر کے پھل ویسا ہی پایا
اہانت نے انہیں کیا کیا دکھایا

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

(خواجہ خورشید احمد مجاہد سیالکوٹی حال قادیاں دار الامان۔)

اطلاع۔ آپکے ذمہ فاروق کا جو چندہ ہے۔ وہ براہ مہربانی جلد ارسال کر دیں۔ ورنہ یکم جون کو وی پی کرنا پڑے گا۔ (مینیجر)

عیسائی مشن!

کیتھولک اور پراٹسٹنٹ انجیل میں فرق

(۲)

گذشتہ نمبر میں ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ کیتھولک اور پراٹسٹنٹ بائیبل کے عہد عتیق میں فرق ہے۔ اور ہم اس دعویٰ کی تائید میں متعدد شواہد درج کر چکے ہیں۔ آج ہم بائیبل کے نئے عہد نامہ یعنی انجیل کو زیر تحقیق رکھتے ہوئے ثابت کرتے ہیں۔ کہ پراٹسٹنٹ اور کیتھولک انجیل میں بھی فرق ہے۔ جس سے کہ صاف ظاہر ہے۔ کہ بائیبل ہرگز محفوظ الٰہی کلام نہیں۔ بلکہ اس میں بہت سی تبدیلیاں ہوئیں۔ یہاں تک کہ مسیحی دو بڑے فرقوں کی بائیبل میں بھی اختلاف ہے۔ اور یہ اختلاف اس امر پر واضح دلیل ہے۔ کہ بائیبل محرف مبدل ہے۔

پہلا فرق

فرقہ پراٹسٹنٹ کی موجودہ اناجیل میں حسب ذیل آیات نہیں ہیں۔ لیکن یہ آیات کیتھولک انجیل میں پائی جاتی ہیں:۔ متی ۱۷/۲۱، ۱۸/۱۱۔ مرقس ۷/۱۶، ۹/۴۴، ۹/۴۶، ۱۱/۲۶، ۱۵/۲۸ لوقا ۱۷/۳۶، ۲۳/۱۷۔ یوحنا ۵/۴ اعمال ۱۵/۳۴ یوحنا ۷/۱ متی ۲۳/۱۴ لوقا ۹/۵۵، ۵۶ کا کچھ حصہ۔ متی ۲۷/۳۵۔ اعمال ۲۴/۶، ۷۔ رومیوں ۱۶/۲۹ اعمال ۸/۳۷، ۳۸۔ ۲۸/۲۹۔ منقولہ بالا تقریباً ۲۲ آیات ہیں۔ جو کہ کیتھولک بائیبل میں تو ملتی ہیں۔ لیکن سنہ ۱۸۹۶ء کی بعد کی پراٹسٹنٹ بائیبل میں مفقود ہیں۔

دوسرا فرق

انجیل مطبوعہ سنہ ۱۸۹۶ء متی ۲۴/۷ میں یوں ہے:۔ "جگہ جگہ کال پڑیں گے۔ مری پڑے گی۔ اور بھونچال آئیں گے۔" حضرت مسیح موعود ع نے کشتی نوح میں اسکا حوالہ دیا ہے۔ دیکھو کشتی نوح حاشیہ صفحہ ۵ اور بتایا ہے۔ کہ پیشگوئی تھی۔ کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی۔ چنانچہ اس کثرت سے اس زمانہ میں اس نامراد مرض نے اپنا دامن ہلاکت دراز کیا۔ کہ جسکی مثال ملنی ناممکن ہے۔ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس پیشگوئی کو اپنی صداقت کے لئے پیش کیا۔ عیسائیوں کا بھی ماتھا ٹھنک گیا۔ انہوں نے سنہ ۱۹۰۸ء کی انجیل سے مری پڑیگی کا لفظ ہی اڑا دیا۔ مگر انکی بدقسمتی کہ کیتھولک بائیبل میں یہ لفظ قائم ہے۔ اور صاف لکھا ہے "مری اور کال پڑے گا۔ جگہ جگہ بھونچال آئیں گے۔"

تیسرا فرق

کیتھولک انجیل لوقا ۲۳/۳۸ میں لکھا ہے۔ "اور اس کے اوپر یونانی لاطینی اور عبرانی میں یہ نوشتہ لکھا تھا۔ کہ یہ یہودیوں کا بادشاہ ہے۔" مگر موجودہ پراٹسٹنٹ بائیبل میں یوں ہے۔ "ایک نوشتہ بھی اس کے اوپر لگایا گیا تھا۔ کہ یہ یہودیوں کا بادشاہ ہے۔" دونوں حوالوں کا فرق محتاج بیان نہیں۔ عیاں را چہ بیاں۔

چوتھا فرق

مرقس ۹/۲۹۔ "مگر یہ جنس دعاء اور روزہ کے بغیر نہیں نکل سکتی۔" پراٹسٹنٹ انجیل میں روزہ کا لفظ اڑا دیا ہے۔

پانچواں فرق

رومیوں ۱۴/۱۰۔ "ہم سب خدا کے تخت عدالت کے آگے حاضر کئے جاویں گے۔" لیکن کیتھولک بائیبل میں "خدا" کی جگہ "مسیح" کر دیا گیا

چھٹا فرق

جناب یسوع فرماتے ہیں:۔ "جب ابن آدم اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا۔ تو تم بھی بارہ تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ گھرانوں کا انصاف کروگے۔" متی ۱۹/۲۸۔ لیکن یہوداہ اسکریوطی جس کو کہ ان بارہ میں شامل کیا گیا۔ خودکشی کر کے لعنتی موت مر گیا۔ متی ۲۷/۵۔ گویا اب گیارہ حواری رہ گئے تھے۔ چنانچہ مرقس ۱۴/۱۶ میں بھی گیارہ کا ہی ذکر ہے۔ لیکن برخلاف اسکے کرنتھیوں ۱ع ۱۵/۵ پراٹسٹنٹ انجیل میں لکھا تھا۔ "اور تیسرے دن مسیح کتاب مقدس کے بموجب جی اٹھا۔ اور .... ان بارہ کو دکھائی دیا۔" حالانکہ مرقس ۱۶/۱۴ میں صاف لکھا ہے

کہ یسوع "ان گیارہ کو جب وہ کھانا کھانے بیٹھے تھے۔ دکھائی دیا"۔ اب یہاں ہمارا زبردست لاینحل سوال تھا۔ کہ جب مرقس کی انجیل میں صاف لکھا ہے۔ کہ یسوع جی اٹھنے کے بعد گیارہ کو دکھائی دیا۔ (کیونکہ ہواں مر چکا تھا) تو پولوس نے کیوں ا۔ کہ بارہ کو دکھائی دیا۔ کیا یہ واضح غلط بیانی نہیں۔ جس کے مرتکب جناب پولوس ہوئے چنانچہ اس غلط بیانی کے الزام سے بچنے کے لئے کیتھولک نے بجائے بارہ کے گیارہ کر دیا۔ دیکھو کرنتھیوں ۱ ۱۵/۵ کیتھولک انجیل۔ کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ۔

چنانچہ بائیبل کے شہرۂ آفاق مفسر ہارن صاحب اپنی تفسیر کے ص ۲۳ پر اقرار کرتے ہیں۔ کہ کرنتھیوں ۲ ۱۵/۵ میں لفظ بارہ کو گیارہ کے ساتھ بدل ڈالا۔ تاکہ اس (پولوس) پر الزام نہ لگے۔

خلاصۂ مضمون

اب میں اس قسط کا اور اس سے قبل شائع شدہ قسط کا خلاصہ پیشِ احباب کرتا ہوں۔ جو کہ خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

(ا) حسب ذیل سات کتابیں کیتھولک بائیبل میں ملتی ہیں۔ لیکن پراٹسٹنٹ بائیبل میں نہیں پائی جاتیں۔ (۱) طوبیا کی کتاب (۲) یہودیت (۳) حکمت (۴) یسوع بن سیراخ (۵) باروک (۶) مکابیوں ۱ (۷) مکابیوں ۲۔ ان کتابوں کے جملہ صفحات ۳۰۷ ہیں۔

(ب) جہاں تک میں نے تحقیق کی ہے۔ ۳۱۲ آیات کیتھولک بائیبل کے نئے عہد نامہ اور پرانے عہد نامہ میں زیادہ ہیں۔ لیکن یہ آیات پراٹسٹنٹ بائیبل میں نہیں ہیں۔

(ج) علاوہ بریں لفظی تحریف ہے۔ جو کہ ہم مضمون ہذا کے دو نمبروں میں ہدیۂ احباب کر چکے۔

مقام غور

ناظرین کرام غور کریں۔ کہ جب مسیحی دو عظیم الشان فرقوں کی بائیبل میں شدید تعارض ہے۔ جس کا کہ انکشاف ہم مذکورہ نقشہ میں کر چکے۔ تو اب بھی کیا تحریف والحاق بائیبل میں شک کی گنجائش ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ ثابت ہو گیا۔ کہ بائیبل تحریف والحاق کا نشانہ بنی۔ اور تنسیخ و ترمیم۔ تغیر و تبدل ور جعل سازیوں کی تختۂ مشق مدت طویل سے چلی آتی ہے۔ چنانچہ یورپ کے محققین نے اعتراف کیا اور اس کے بغیر چارہ بھی نہ تھا۔ کہ بائیبل تحریف والحاق سے منزہ نہیں۔ بلکہ "بڑھانے والوں نے اسمیں نئی نئی باتیں ایزاد کر دیں ...... اس طرح ہر ایک نیا نسخہ تازہ ترمیم شدہ ہوتا تھا۔ ربیوں نے مختلف نسخوں کا باہم مقابلہ کیا۔ اور اپنی سمجھ قوت فیصلہ ذاتی مفاد کو مدنظر رکھ کر ان کے مضامین کو جمع کیا" (انسائیکلوپیڈیا ببلیکا ص ۲۰۴۶ ماخوذ از فاروق نمبر ۶ جلد ۱۳) لیکن وائے ستیاناس ہو تعصب کا کہ جہاں یورپ کے بڑے بڑے گرامی محققوں نے اپنی تالیف مذکورہ (انسائیکلوپیڈیا ببلیکا) میں اقبال حقیقت کیا۔ اور اس راز کو اخفاء کے پردوں سے نجات دی۔ اور ثابت کیا۔ کہ بائیبل محرف مبدل ہے۔ وہاں ہندوستانی مسیحی تعصب سے لبریز دماغوں کی رو میں اخفائے حق کی عینکیں چڑھا کر یہ مزورانہ بیان دیتے ہیں۔ اور غوغا مچا رہے ہیں۔ کہ بائیبل تحریف والحاق سے بالکل پاک ہے۔ اور کچھ خوف نہیں کرتے۔ کہ اصلیت اس کے بالکل مختلف ہے۔ اور صداقت اس بیان پر واویلا کر رہی ہے۔ چنانچہ مسیحی عقیدہ کو ظاہر کرتے ہوئے لکھا گیا۔

" مقدس کتاب کے سب صحیفے جیسے کہ ان الہامی شخصوں نے لکھ دیئے تھے۔ آج تک بلا کسی کمی یا بیشی کے یہودیوں میں اور مسیحیوں میں نسلاً بعد نسلاً محفوظ و مامون چلے آتے ہیں۔ اور ان میں کبھی تغیر و تبدل نہیں کیا گیا" براہین نیرہ ص ۱۱

یورپ کے مسیحی محققین کی رائے اور ہندوستانی تعصب کے دلدادوں کا کلیسائی مذہب آپ کے سامنے ہے۔ اب آپ خود ہی غور کریں۔ کہ اگر بائیبل بالکل محفوظ و مصئون ہم تک پہنچی۔ اور اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ بلکہ بقول مصنف براہین نیرہ "ہر زمانہ کے اہل ایمان لوگوں نے (بائیبل کو) ..... اپنی جان سے بھی زیادہ حفاظت سے رکھا ہے۔ اور پشت در پشت اسکو ہم تک صحیح و سالم پہنچایا ہے"۔ ص ۱۱ تو بتایا جائے۔ سات کتابیں ۳۱۲ آیات اور دیگر فرق کوئی فرشتہ ایزاد کر گیا تھا جناب والا یہ بھی تو انسانی دست تصرف کے کرشمے ہیں۔ جو ظہور میں آئے۔ جیسا کہ آپ کا عقیدہ ہے۔ کہ کیتھولک نے سات کتب اور مختلف آیات و ابواب جو بڑھائے۔ تو یہ جعل سازیوں کا نتیجہ ہے۔ لیکن اگر ہم کیتھولک سے پوچھیں۔ تو وہ جھٹ چونک پڑتے ہیں۔ کہ یہ سب کتب و آیات قدیمی نسخہ جات میں موجود ہیں۔ اب اگر ہم پراٹسٹنٹ کے عقیدہ کو تسلیم کریں۔ کہ کیتھولک نے جعلی کتب و آیات کو بائیبل میں جگہ دی۔ تو الحاق بائیبل ثابت ہو گیا۔ اور اگر کیتھولک کے عقیدہ کو تسلیم کیا جائے۔ کہ قدیمی مذہب کیتھولک ہے۔ قدیمی بائیبل کیتھولک کی بائیبل ہے۔ چنانچہ قدیم سے یہ کتب و آیات بائیبل میں شامل چلی آتی ہیں۔ پراٹسٹنٹ نے خواہ مخواہ از راہ تحریف ان کتب و آیات کو بائیبل سے نکال دیا۔ تو بایں صورت تحریف بائیبل ظاہر ہے۔

پس یہ امر بوجہ کمال پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا۔ کہ مذکورہ بیان کہ بائیبل تحریف والحاق سے منزہ ہے۔ واقعتہً پُر از تزویر صداقت سے بعید اور بکلی خلاف حقیقت ہے۔ جبکہ ہم ثابت کر چکے۔ کہ مسیحی فرقوں کو اپنی الہامی کتاب میں ہی اتفاق نہیں۔ بلکہ گھر میں ہی پھوٹ ہے۔ پراٹسٹنٹ اور کیتھولک بائیبل میں ہی سخت اختلاف ہے۔ ہاں اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے۔ تو یہ دونوں فرقے مجبور تھے۔ کیونکہ جیسا کہ ہم گذشتہ نمبر میں واضح کر چکے ہیں۔ کہ قدیمی نسخوں میں ہی اختلاف ہے۔ کسی نسخہ میں تو مذکورہ آیات پائی جاتی ہیں۔ اور کسی میں غائب اور ہیں بھی وہ معتبر اور مستند۔ چنانچہ اسی بنا پر پراٹسٹنٹ اٹھتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ نظر انصاف سے دیکھو۔ فلاں فلاں نسخوں میں یہ آیات کہاں ہیں۔ جو تم نے زائد کر دیں۔ اب کیتھولک آئے۔ وہ کہتے ہیں۔ سوچو سمجھو عقل کے ناخن لو۔ آنکھوں میں کاجل لگا کے دیکھو تو سہی۔ فلاں نسخہ میں یہ آیات ہیں۔ بس یہی وجہ ہے۔ کہ ہم نے ان کو بائیبل میں شامل ہونے کا شرف بخشا۔ اور پھر قدیم سے ان آیات کو چرچ نے منظور بھی کیا۔ تو ہم کون ہیں۔ کہ ان کتب و آیات کو نکال کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیں۔ یہ ہے کش مکش ان دونوں فرقوں کے مابین۔ اگر کہیں کہ کیتھولک سچ کہتے ہیں۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ بائیبل میں تحریف ہوئی۔ اور قدیم نسخوں سے کسی نے متذکرہ آیات نکال دیں۔ اگر کہیں پراٹسٹنٹ حق پر ہیں۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ کیتھولک نے بائیبل کو الحاق کا تختۂ مشق بنایا۔ بغرضیکہ اس کش مکش کا آخری نتیجہ تحریف یا الحاق بائیبل ہے۔ وھو المراد اور حقیقت آخر شی وہی ہے۔ جو یورپ کے محققین یعنی مؤلفین انسائیکلوپیڈیا ببلیکا نے ان الفاظ میں مبرہن کی۔ لکھتے ہیں :-

" زمانۂ قدیم کے عبرانی "تاریخ نویس اپنی تصانیف پر اپنا نام نہیں لکھتے تھے۔ ان کو مصنف ہونے کا خیال و گمان بھی نہ تھا۔ جن قصے کہانیوں کو انہوں نے جمع کیا تھا۔ وہ سب کا مشترکہ ورثہ تھے۔ اور حوالہ قلم ہونے کے بعد بھی ان کی بدستور یہی حیثیت رہی۔ یہ تحریری نسخے بہرصورت ربّی لوگوں یعنی اہل شریعت کے قبضہ میں ہوتے تھے...... پہلی کتابوں میں روایات کے بڑے ذخیرے کا ایک حصہ درج تھا۔ بڑھانے والوں نے اور نئی نئی باتیں ایزاد کر دیں ...... اس طرح ہر ایک نیا نسخہ تازہ ترمیم شدہ ہوتا تھا ...... ربیوں نے مختلف نسخوں کا باہم مقابلہ کیا۔ اور اپنی سمجھ قوت فیصلہ اور ذاتی مفاد کو مدنظر رکھ کر ان کے مضامین کو جمع کیا"۔ ص ۲۰۴۶۔ یہ ہے بائیبل کا اصل نقشہ جو خامۂ حقیقت نے کھینچا۔ اور جسے آپ پڑھ چکے۔ (شیخ عبد القادر لائل پوری)

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۴)

کسی وجہ سے کسی وقت بے کاری کا اقتصادی حل نظر نہ آئے۔ تو اسکی وجہ سے گھبرائیں نہیں بلکہ انسداد بے کاری کے اخلاقی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے تربیتی تدابیر اختیار کر لیں۔ اس طرح انشاء اللہ تعالےٰ ان کے دین اور دنیا ہر دو کو عظیم الشان فائدہ پہنچے گا۔ اور وہ جماعت کا ایک نہایت مفید اور بابرکت حصہ بن جائینگے انسداد بے کاری کے اخلاقی پہلو میں مندرجۂ ذیل امور خصوصیت سے یاد رکھے جائیں:-

کیا کرنا چاہیئے؟

۱۔ کوئی کام جو شریعت کے خلاف نہیں۔ اور اس میں کوئی پہلو دناءت کا پایا نہیں جاتا۔ وہ ایک معزز کام ہے۔ جسے ہر معزز سے معزز شخص اختیار کر سکتا ہے۔ پس یہ خیال کرنا کہ فلاں کام ہماری شان کے خلاف ہے۔ بالکل درست نہیں۔

۲۔ بے شک ہر شخص کے وقت کی قیمت میں فرق ہوتا ہے۔ لیکن صرف اس بنا پر بے کاری جیسی لعنت کو خریدنا کہ ہمیں اپنے وقت کی پوری قیمت نہیں ملتی۔ سخت غلطی ہے۔ بلکہ بے کاری کے نقصانات سے بچنے کے لئے جو قیمت بھی ملے۔ اسے قبول کر لینا چاہیئے۔ اور مزید کے لئے کوشش کرنی چاہیئے۔

۳۔ اگر کوئی کام بھی نہ ملے۔ تو پھر آنریری طور پر ہی اپنی خدمات کو پیش کر دینا چاہیئے۔ تاکہ وقت اور طاقت ضائع نہ جائیں۔ اور خدمت کا ثواب حاصل ہو۔ بعد میں جب کام مل جائے تو آنریری خدمات سے سبکدوشی حاصل کی جا سکتی ہے۔

۴۔ جو لوگ باوجود بیماری۔ یا معذوری کے

کوئی کام کر سکیں۔ انہیں بیماری یا معذوری کے بہانہ سے بے کار نہیں بیٹھنا چاہیئے۔ بلکہ جس کام کے بھی وہ قابل ہوں۔ اسے اختیار کر لینا چاہیئے۔

۵۔ جن لوگوں کو جائیداد کی آمد ہو۔ اور وہ اس آمد کو اپنے گزارہ کے لئے کافی خیال کرتے ہوں۔ انہیں بھی بے کار نہیں رہنا چاہیئے۔ بلکہ یا تو وہ اپنی خدمات کو آنریری صورت میں پیش کر دیں۔ اور یا کوئی معاوضہ والا کام کر کے اپنے لئے مزید آمد پیدا کریں۔ اور اس آمد کو دینی اور دنیوی ضروریات میں خرچ کریں

میں امید کرتا ہوں۔ کہ ہمارے دوست ان باتوں کو مدنظر رکھ کر نہ صرف بیکاری کے نقصانات سے بچنے کی کوشش کریں گے۔ بلکہ اپنے وقت اور اپنی طاقتوں کو مفید کاموں میں لگا کر اپنے لئے اور اپنے خاندان کے لئے اور جماعت کے لئے ترقی کا راستہ کھولنے میں ممد ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کے ساتھ ہو۔ اور اپنی رضا کے راستوں پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔ (الفضل)

جوبلی فنڈ کے لئے جلسہ

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے)

۱۸ مئی کو خلافت ثانیہ جوبلی فنڈ کے متعلق مہمانخانہ میں جو جلسہ منعقد کیا۔ اس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی مندرجہ ذیل تحریر پڑھ کر سنائی گئی۔ اس میں آپ رقم فرماتے ہیں:-

"آج کا جلسہ جس غرض کے لئے کیا جا رہا ہے۔ وہ بھی ایک نہایت اہم دینی غرض ہے۔ جو اس دوہرے جذبہ پر مبنی ہے۔ کہ خدا کی گذشتہ نعمتوں پر اس کا شکر ادا کیا جائے۔ اور آئندہ کے لئے اسکی ہمیش از پیش خدمت کا عہد باندھا جائے خلافت جوبلی کیا ہے؟ یہی کہ اے خدا جو فضل تو نے ہم پر نبوت و خلافت جیسی عظیم الشان نعمتوں کے ذریعہ کیا ہے۔ جن میں سے نبوت پر پچاس پورے ہو رہے ہیں۔ اور خلافت ثانیہ پر پچیس سال۔ تو ہمیں ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق دے اور وہ تہیۂ شکر اس رنگ میں قبول فرما۔ کہ ہم اس موقعہ پر تیرے سلسلہ کی خدمت کیلئے آئندہ کے واسطے ایک مضبوط فنڈ قائم کر دیں۔ یہ ایک اسی قسم کا دینی مظاہرہ ہے۔ جس طرح ہفتہ کے سات دنوں کی نمازوں کے بعد جمعہ آتا ہے۔ یا رمضان کے روزوں کے بعد عید الفطر آتی ہے۔ یا حج کے بعد عید الاضحی آتی ہے۔ کیونکہ مومن کی خوشی اور مومن کا شکریہ بھی عبادت کی صورت میں ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اس زمانہ میں دین کی خدمت کا ایک

پیغامی مشن

تفہیم نبوت کا سہل معیار

غیر مبائعین کی عادت مستمرہ ہے۔ کہ وہ مخلوق خدا کو دھوکا دینے کے لئے حضرت مسیح موعود کی تحریرات غلط رنگ میں پیش کر کے نہایت بیباکی سے غلط نتائج اخذ کرنے کی جرأت کرتے رہتے ہیں۔ اور حضور کے انتقال کے بعد اس فرقہ ضالہ نے اپنے آقا و مطاع سے نمک حرامی اور احسان فراموشی کرتے ہوئے آپ کی تعلیم کو بگاڑنے کی ناپاک سعی کی ہے۔ ہمیں تاریخ عالم میں کوئی ایسی مثال نظر نہیں آتی۔ کہ کسی فرقہ نے کسی نبی کی تعلیم کو اس قدر جلد بگاڑنے کی کوشش کی ہو۔ جس قدر فرقہ غیر مبائعین نے حضرت مسیح موعود ؑ کی تعلیم آپ کے آنکھیں بند کرتے ہی بگاڑنے کی نامسعود کوشش کی۔ حالانکہ ابھی اس پر زیادہ زمانہ نہیں گزرا ہے اور حضور کا لٹریچر اور حضور سے شرف صحبت رکھنے والے صحابہ ہم میں موجود ہیں۔

سب سے اہم مسئلہ جس پر اس فرقہ ضالہ نے ہاتھ پھیرنا چاہا ہے۔ حضرت مسیح موعود ؑ کی نبوت کا مسئلہ ہے۔ بارہا اخبارات سلسلہ میں اس پر مختلف رنگوں میں وضاحت سے روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ آج کی صحبت میں غیر مبائعین کی خدمت میں ایک اور سہل طریق نبوت کے پرکھنے کا پیش کیا جاتا ہے۔ امید ہے۔ کہ غیر مبائعین حضرات اسے عادت مستمرہ کے ماتحت مضحکہ میں اڑانے کی بجائے غور اور متانت سے کام لیں گے ذیل میں میں حضرت مسیح موعود ؑ کی کتب سے ہی حضور کی نبوت کے ثبوت میں چند موٹے موٹے اصول قائم کرتا ہوں۔ ان سے آسانی سے فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ حقیقت کیا ہے۔

اصول یہ ہیں (۱) حضرت مسیح موعود ؑ نے نبوت کی کیا تعریف کی ہے۔ اور آیا حضور اس کے مصداق ہیں؟

(۲) حضرت مسیح موعود کا دعوےٰ کیا ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے حضور کو الہامی الفاظ میں کس طرح مخاطب فرمایا۔ کیا حضور کے دعویٰ اور الہام الٰہی دونوں میں تطابق پایا جاتا ہے؟

(۳) کیا آپ نے قرآن مجید اور احادیث سے اجرائے نبوت ثابت کرتے ہوئے اپنے آپ کو مصداق نبوت ثابت کیا ہے؟۔

(۴) کیا حضور کو کبھی اپنے دعوے کی تفہیم میں اجتہادی غلطی لگی۔ اور حضور نے اسے کس طرح صاف کیا؟

(۵) کیا آپ کے کسی متبع کو بھی آپ کے دعوے سمجھنے میں غلطی لگی۔ اور آپ نے اسکی اصلاح کیسے کی؟

یہ چند موٹے اصول ہیں۔ جو اس جگہ بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ اور اصول بھی قائم کئے جا سکتے ہیں۔ جن کی طوالت اخبار کے کالم برداشت نہیں کر سکتے۔ ان اصولوں سے حضرت مسیح موعود ؑ کی نبوت بخوبی پرکھی جا سکتی ہے۔ اور کوئی شخص بپابندی انصاف و تعہد تقوےٰ انہیں حضرت مسیح موعود ؑ کی نبوت کا معیار تسلیم کرنے سے اعراض نہیں کرے گا۔ آؤ اب ہم ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے ہی فیصلہ کریں۔ کیونکہ وہی ہمارے لئے اس امر میں فیصلہ ناطق کا حکم رکھتی ہیں۔ اور میں کوشش کروں گا۔ کہ حضور کی صرف ایک کتاب حقیقۃ الوحی سے ہی ان سب اصولوں پر روشنی ڈالی جائے۔ تاکہ قارئین کو زیادہ کتابوں کی ورق گردانی نہ کرنی پڑے۔ پہلا سوال یہ ہے:-

(۱) حضرت مسیح موعود ؑ نے نبوت کی کیا تعریف کی ہے۔ اور آیا حضور اس کے مصداق ہیں؟

اس سوال کے جواب کو میں دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ اول نبوت کی تعریف۔ دوسرے نبوت کی ضرورت۔ حضور حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰ پر نبوت کی تعریف یوں فرماتے ہیں:-

"(نبوت) سے مراد صرف اس قدر ہے۔ کہ خدا تعالےٰ سے بکثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہو ...... جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے۔ اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں۔ وہ نبی کہلاتا ہے۔"

سوال کا دوسرا جزو یعنی کیا حضرت مسیح موعود ؑ نے ضرورت زمانہ کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی اپنے آپ کو نبی ثابت کیا ہے۔ اس کے جواب میں مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ نبوت کی اہمیت حضور کی تحریر سے مختصر طور پر واضح کی جائے۔ تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ حضور اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں:-

"خدا کے وجود کا پتہ دینے والے اور اس کے واحد لاشریک ہونے کا علم لوگوں کو سکھلانے والے صرف انبیاء علیہم السلام ہیں۔ ...... انبیاء کے آنے سے عقلیں تیز ہوتی ہیں۔ اور عقل جو زمینی پانی ہے۔ اپنی حالت میں ترقی کرتی جاتی ہے۔ پھر جب ایک مدت دراز اس پر گزر جاتی ہے۔ کہ کوئی نبی اس پر مبعوث نہیں ہوتا۔ تو عقلوں کا زمینی پانی گندہ اور کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور دنیا میں بت پرستی اور شرک اور ہر ایک قسم کی بدی پھیل جاتی ہے پس جس طرح آنکھ میں ایک روشنی ہے۔ اور وہ باوجود اس روشنی کے پھر بھی آفتاب کی محتاج ہے۔ اسی طرح دنیا کی عقلیں جو آنکھ سے مشابہ ہیں۔ ہمیشہ آفتاب نبوت کی محتاج ہیں۔ اور جب کبھی وہ آفتاب پوشیدہ ہو جائے۔ ان میں فی الفور کدورت اور تاریکی پیدا ہو جاتی ہے۔ کیا تم صرف آنکھ سے کچھ دیکھ سکتے ہو۔ ہرگز نہیں اسی طرح تم بغیر نبوت کی روشنی کے کچھ بھی دیکھ نہیں سکتے۔

پس چونکہ قدیم سے اور جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے۔ خدا کا شناخت کرنا نبی کے شناخت کرنے سے وابستہ ہے۔ اسلئے یہ خود غیر ممکن اور محال امر ہے۔ کہ بجز ذریعہ نبی کے توحید مل سکے۔ نبی خدا کی صورت دیکھنے کا آئینہ ہوتا ہے۔ اسی آئینہ کے ذریعہ سے خدا کا چہرہ نظر آتا ہے۔ جب خدا تعالےٰ اپنے تئیں دنیا پر ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ تو نبی کو جو اسکی قدرتوں کا مظہر ہے۔ دنیا میں بھیجتا ہے۔ اور اپنی وحی اس پر نازل کرتا ہے۔ تب دنیا کو پتہ لگتا ہے۔ کہ خدا موجود ہے۔"

میں سمجھتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود ؑ کی عبارتیں خود واضح ہیں۔ اور مجھے ان پر مزید حاشیہ چڑھانے کی ضرورت نہیں۔ ذیل میں حضور نبوت کی تعریف کا اپنے آپ کو مصداق قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"یہ بات ایک ثابت امر ہے۔ کہ جس قدر خدا تعالےٰ نے مجھ سے مکالمہ مخاطبہ کیا ہے۔ اور

خوشی اور سعادت پاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔ اور آپ کو اپنے محلہ کے شایانِ شان خدمت کی توفیق دے۔" آمین۔

جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں۔ تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔ …… غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوا …… پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص ہوا۔" ص۳۹۱

---

(۲) حضور کا دعویٰ کیا ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے حضور کو کن الفاظ میں مخاطب فرمایا۔ کیا دونوں میں تطابق ہے؟ آپ فرماتے ہیں:۔

(ا) " میں صرف نبی نہیں۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی بھی"۔ ص۱۵۵۔

"(میرا) دعوےٰ ہے۔ کہ ایک پہلو سے امتی ہوں۔ اور ایک پہلو سے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں"۔ (ص۳۹۱)

(ب)" اور میں اس خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ اس نے مجھے بھیجا ہے۔ اور اس نے میرا نام نبی رکھا ہے"۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۸)

" خدا تعالےٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اور صریح طور پر مجھے نبی کا خطاب دیا گیا۔ … میں خدا تعالےٰ کی تئیس برس کی وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں"۔ ص۱۴۹۔

مندرجہ بالا حوالجات سے ظاہر ہے۔ کہ حضور کے دعوےٰ اور الہام الٰہی میں تطابق پایا جاتا ہے۔ پس حضور کی نبوت ثابت ہے

---

(۳) کیا آپ نے قرآن مجید اور احادیث سے اجرائے نبوت ثابت کرتے ہوئے اپنے آپ کو مصداق نبوت قرار دیا ہے۔ جواب ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں:۔

(ا)" فلا یظہر علےٰ غیبہ احدا الا من ارتضٰی من رسول۔ یعنی خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا۔ جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ بجز اس شخص کے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو۔ اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے۔ کہ جس قدر خدا تعالےٰ نے مجھ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا ہے۔ اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں۔ تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت نہیں عطا کی گئی"۔

" وما کنا معذبین حتٰی نبعث رسولاً۔ اس وقت ایک رسول کا آنا ضروری ہے۔ تتمہ ص۶۴۔

" وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً۔ اس سے بھی آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہی مسیح موعود ہے" (تتمہ ص۶۵)

حدیث کا حوالہ ملاحظہ ہو:۔

" اب واضح ہو۔ کہ احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ جو عیسےٰ اور ابن مریم کہلائے گا۔ اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ یعنی اس کثرت سے مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف اسکو حاصل ہوگا۔ اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہونگے۔ کہ بجز نبی کے کسی اور پر ظاہر نہیں ہو سکتے۔ …… غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور ضرور تھا۔ کہ ایسا ہوتا۔ تاکہ آنحضرت صلعم کی پیشگوئی صفائی سے پوری ہو جاتی"۔ ص۳۹۰۔

---

(۴) اب چوتھا سوال ہے۔ کہ کیا حضور کو اپنے دعوےٰ میں کبھی اجتہادی غلطی بھی لگی۔ اور حضور نے اسے کیسے صاف کیا۔ حضرت مسیح موعودؑ خود ہی فرماتے ہیں:۔

" اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا۔ کہ مجھکو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے۔ اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔ تو بھی اسکو جزئی فضیلت قرار دیتا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالےٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ …… میں خدا تعالےٰ کی تئیس برس کی وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں۔ …… خلاصہ یہ کہ میرے کلام میں کچھ تناقض نہیں۔ میں تو خدا تعالیٰ کی وحی کا پیروی کرنے والا ہوں۔ جبتک مجھے اس سے علم نہ ہوا۔ میں وہی کہتا رہا۔ جو اوائل میں میں نے کہا تھا۔ اور جب مجھکو اسکی طرف سے علم ہوا۔ تو میں نے اس کے مخالف کہا۔ میں انسان ہوں۔ مجھے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں"۔ (ص۱۴۹)

" اور پھر ایک اور نادانی یہ ہے۔ کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں۔ کہ اس شخص نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے۔ بلکہ جس نبوت کا دعوےٰ کرنا قرآن شریف کی رو سے منع معلوم ہوتا ہے۔ ایسا کوئی دعوےٰ نہیں کیا گیا۔ صرف یہ دعوےٰ ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں۔ اور ایک پہلو سے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں"۔ ص۳۹۱

---

(۵) پانچواں سوال یہ ہے۔ کہ آیا آپ کے کسی متبع کو آپ کا دعوےٰ سمجھنے میں غلطی لگی۔ اور آپ نے اسکی کیسے اصلاح کی۔ اس کے جواب کے لئے میں قارئین کی توجہ ایک غلطی کے ازالہ کی طرف منعطف کراتا ہوں۔ کتاب کا نام اپنے مطلب کی آپ وضاحت کر رہا ہے۔ آپ ؑ فرماتے ہیں:۔

" چند روز ہوئے۔ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا۔ کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے۔ وہ نبی اور رسول ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ اور اس کا جواب محض انکار کے جواب سے دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں حق یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے"۔

آگے فرماتے ہیں:۔

" جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے۔ کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو اب بھی ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا"۔

مندرجہ بالا اصولوں سے حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت حضور کے الفاظ میں ہی بخوبی ثابت ہے۔ اگر غیر مبایعین حضرات میں دیانتداری کا مادہ ہے تو وہ ان اصولوں کو توڑ کر دکھا دیں۔ یا اپنے طور پر نئے اصول باندھ کر حضور کا نبی نہ ہونا ثابت کر دیں۔ اور میں امید کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے وہ اس بات پر قادر نہیں ہو سکینگے۔

(خاکسار امیر عالم پٹیالوی)

تحریک جدید سال چہارم میں وعدہ کرنیوالے مخلصین کیلئے کامیابی کا گر

اپنے عزیز مالوں کو اللہ تعالےٰ کے راستہ میں عملاً قربان کردو

سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:۔

" اسلام آج ایسی مصیبت میں مبتلا ہے۔ جس مصیبت میں وہ آج سے پہلے کبھی مبتلا نہیں ہوا۔ آج اسلام پر دشمن چاروں طرف سے حملہ آور ہے۔ مگر تلواروں سے نہیں۔ بلکہ الحاد کفر اور بدعت کے ہتھیاروں سے۔ آج مسلمان کی جان خطرے میں نہیں۔ مگر اس کا ایمان خطرے میں ہے۔ آج اس کے دل اور اس کے تمام اعضاء پر کفر مستولی ہو چکا ہے۔ مگر مسلمان ہیں۔ کہ مردوں کی طرح سو رہے ہیں۔ اور اسلام کے لئے ان کے دلوں میں کوئی درد پیدا نہیں ہوتا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسلام کی اس بے کسی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ کہ

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دین حق بیمار و بے کس ہمچو زین العابدین

مگر زین العابدین پر تو لوگوں کو رحم آتا تھا۔ کیونکہ وہ ظاہری مصیبت میں مبتلا تھے۔ اور یہ ظاہری مصیبتیں انسان کے جذبات رحم کو اپیل کیا کرتی ہیں۔ مگر اسلام پر تو رحم کھانے والا بھی کوئی نہیں۔ پھر امام زین العابدین کو وہ مصیبت نہیں پہنچی۔ جو آج اسلام کو پہنچ رہی ہے۔ جس مصیبت میں احمدیت آج مبتلا ہے"۔

" اسلام پر جو برچھی چلائی جا رہی ہے۔ وہ بظاہر نظر نہیں آتی۔ لیکن اس کا حملہ بڑا خطرناک ہے۔ آج ساری دنیا متحد ہے۔ اور وہ متفقہ کوششوں سے چاہتی ہے۔ کہ مظلوم اور بے کس اسلام کو مٹا دے۔ اور اس کا کوئی نام لیوا دنیا میں نہ رہے"۔

" ہم میں سے بہت لوگ ایسے ہیں۔ جو آتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ کہ ہم اسلام کی حفاظت کریں گے۔ ہم اپنی جانیں اسکی راہ میں قربان کر دیں گے۔ مگر پھر وہ اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھ جاتے ہیں (تحریک جدید سال چہارم کی مالی قربانی میں حضور سے وعدے کرنیوالے احباب غور کریں۔ اور عملاً فوری لبیک کہیں۔ سکرٹری) انہیں یاد بھی نہیں رہتا۔ کہ انہوں نے کیا اقرار کیا تھا۔ ہماری وہ قربانیاں جنہیں ہم قربانیاں کہتے ہیں اور جن کو قربانیاں کہنا بھی قربانیوں کی ہتک ہے۔

اسلام کی مشکلات کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتی ہیں۔ پھر ابھی تو ہم صرف مالی قربانیاں کر رہے ہیں۔ جانی قربانیوں کا موقعہ تو بالعموم ہندوستان سے باہر ان حکومتوں میں ہی میسر ہے۔ جہاں لوگ احمدیت کے اقرار کی وجہ سے قتل کئے جاتے ہیں۔ پھر وقت کی قربانی بھی بہت کم لوگوں کو میسر ہے۔ اسی طرح وطن کی قربانی جذبات و احساسات کی قربانی اور دیگر بہت سی قربانیاں بہت ہی کم لوگوں کو میسر ہیں۔ اور پھر مالی قربانی میں صحیح طریق اختیار نہیں کیا جاتا"۔

"بہت سے لوگ ہیں۔ جو وعدے کرتے ہیں۔ مگر انہیں جلد پورا نہیں کرتے۔ بہت سے لوگ ہیں۔ جو وعدے کرتے ہیں۔ مگر انہیں میعاد کے آخر میں پورا کرتے ہیں (دوستوں کو یاد رہے۔ کہ سال چہارم میں حضور نے ہر وعدہ کرنے والے مخلص سے چاہا ہے۔ کہ تحریک جدید کی پیش آمدہ ضروریات کے ماتحت اپنے وعدے کی رقم وقت مقررہ سے پہلے ادا کریں۔ اور جلد سے جلد ادا کریں۔ فنانشل سکرٹری) بہت سے لوگ ہیں۔ جو وعدے کرتے ہیں۔ مگر وعدوں کو پورا کرنے کے لئے سامان بہم نہیں پہنچاتے"۔

"میں نے تحریک جدید کے شروع میں ہی کہا تھا۔ کہ اگر تم کوئی وعدہ کرتے ہو۔ تو تمہارے لئے ضروری ہے۔ تم وہ ماحول بھی پیدا کرو۔ جس کے ماتحت تم آسانی سے اپنے وعدہ کو پورا کر سکو۔ اگر تم صرف ایک ہی کھانا نہیں کھاتے۔ بلکہ کئی عمدہ سے عمدہ کھانے تیار کرواتے ہو۔ اگر تم سادہ کپڑا نہیں پہنتے۔ بلکہ لباس پر بہت روپیہ بے جا طور پر صرف کر دیتے ہو۔ اور اس طرح تمہارے پاس کچھ نہیں بچتا۔ تو اگر تم تحریک میں سو روپیہ دینے کا وعدہ کرتے ہو۔ سو تم نے وصیت کا دینا ہے۔ اور سو تمہارا چندہ عام ہے۔ تو وہ تین سو تم کہاں سے دو گے۔ جب تم نے اس روپیہ کے لئے گنجائش ہی نہیں رکھی۔ جبکہ اپنی آمد کے برابر پہلے ہی سے تم خرچ کر رہے ہو۔ تو تم مزید بوجھ کس طرح اٹھا سکتے ہو۔ اس صورت میں اگر تم سو یا دو سو کا وعدہ بھی لکھا دیتے ہو۔ تو اس کے یہی معنی ہوں گے۔ کہ تم نے محض نام و نمود کے لئے وعدہ لکھایا۔ ورنہ تمہاری نیت شروع سے یہی ہے۔ کہ تم وعدہ پورا نہ کرو۔ پس جب تک کھانے اور پینے اور پہننے اور رہائش کے طریق میں تبدیلی نہیں کی جاتی۔ اس وقت تک کسی مالی قربانی کی توفیق نہیں مل سکتی۔ اور اگر تم ان حالات میں کوئی وعدہ کرتے ہو۔ تو تم خدا تعالےٰ سے تمسخر کرتے ہو۔ اور پھر اگر یہ وعدہ میعاد کے اندر پورا بھی ہو جائے۔ تو خدا تعالےٰ کے فضل سے پورا ہوگا۔ تمہارے متعلق یہی سمجھا جائے گا۔ کہ تم نے اس کے لئے کوئی تیاری نہیں کی تھی۔ یاد رکھو۔ ان قربانیوں کی اسی وقت توفیق ملے گی۔ جب وہ تحریک جدید کے اصول کے پابند ہوں گے۔ اگر وہ ان اصولوں کی پیروی نہیں کریں گے۔ تو انہیں قربانی کی توفیق ہرگز نہیں ملے گی۔ کیونکہ جو شخص تیاری نہیں کرتا۔ وہ امتحان میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

تحریک جدید سال چہارم میں اپنے عزیز مالوں کے قربان کرنے کے لئے وعدہ کرنیوالے مخلصین کو حضور کے اس ارشاد پر عملی لبیک کہتے ہوئے ماحول پیدا کرنا چاہیئے۔ اور اپنے وعدوں کی رقم فوری سو فی صدی پورا کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ تا اللہ تعالےٰ ان کو اس امتحان میں کامیابی عطا فرماوے۔ آمین۔ والسلام۔

(خاکسار برکت علی خاں فنانشل سکرٹری تحریک جدید)

---

۴۳ نے خودکشی کر لی ہے۔ الوداعی چٹھی میں اس نے لکھا ہے۔ کہ "چونکہ میری بیوی بیمار تھی۔ اور مجھے اس کے پاس گاؤں جانے کی رخصت نہ ملتی تھی۔ اسلئے مجبور ہو کر خودکشی کر رہا ہوں۔

ٹوکیو۔ ۱۳ مئی۔ آج جاپان میں اولین مسجد کی رسم افتتاح شاندار طریق سے ادا کی گئی ہے۔ اس میں ۱۴ اسلامی ممالک کے نمائندے شریک تھے۔ شام۔ چین۔ اور ہندوستان کے نمائندے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ مسلمانوں کے علاوہ دو سو ممتاز جاپانی جن میں دفتر خارجہ۔ وزارت جنگ۔ اور وزارت بحر کے نمائندے شامل ہیں۔ موجود تھے۔

بیت المقدس کی تازہ ڈاک سے معلوم ہوا ہے۔ کہ فلسطین میں حالات بہت نازک ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ دہشت انگیزوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ گذشتہ ہفتہ متعدد آدمی ہلاک ہوئے۔ اور متعدد وارداتیں ہوئیں۔

—— مسٹر جناح اور مسٹر بوس کے درمیان ہندو مسلم سمجھوتہ کے متعلق گفت و شنید کا سلسلہ جاری ہے۔ تازہ اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ مسٹر جناح نے اپنی تجاویز کا ایک خاکہ مرتب کر کے مسٹر بوس کے حوالے کر دیا ہے۔ جس پر کانگرسی لیڈر غور و فکر کر رہے ہیں۔ اس کے بعد مسٹر بوس پھر مسٹر جناح سے ملاقات کریں گے۔

چیدہ خبریں

لکھنؤ۔ ۱۱ مئی۔ جنگی رائے نامی زمیندار کو موضع بنس پور میں نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا گیا ہے۔ پولیس نے اس قتل کے سلسلے میں ۱۲ آدمیوں کو گرفتار کیا ہے۔

لاہور۔ ۱۱ مئی۔ "مسلم بنک لاہور" کے اکونٹنٹ کی طرف سے ایک بیان شائع ہوا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ بنک کے حسابات کی جانچ پڑتال ہو رہی ہے۔ جو ابھی دس روز مزید تک جاری رہے گی۔ اس کے بعد بنک کے ڈائرکٹرز بنک کو آئندہ چلانے کے متعلق اپنی سکیم بنا کر حصے داروں اور امانت داروں کے پیش کریں گے۔

لاہور۔ ۱۱ مئی۔ آج سپیشل مجسٹریٹ کی عدالت سے کالا باغ۔ مکھڈ کیس میں پیر لال بادشاہ ایم۔ ایس۔ اے۔ عرف پیر مکھڈ اور ان کے سات ساتھیوں پر قاتلانہ حملہ کرنے اور قاتلانہ حملہ کی سازش کرنے کے الزام میں فرد جرم لگا دی گئی۔

لنڈن۔ ۱۱ مئی۔ آج پارلیمنٹ میں وزیر اعظم نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ کہ اگر سپین کے فریقین دعوت دیں۔ تو برطانوی گورنمنٹ ان کے درمیان صلح کرانے کے لئے تیار ہے۔

لنڈن۔ ۱۱ مئی۔ ٹائمز کا سپیشل نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ ہٹلر کے دورہ اٹلی کے متعلق عجیب و غریب خیالات کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ہٹلر جرمنی میں اسی لئے گیا تھا۔ کہ زیچوسلاویکہ پر قبضہ کرنے کے سلسلے میں مسولینی سے ذاتی طور پر ملاقات کرے۔ وہ یہ بھی خطرہ محسوس کرتا ہے۔ کہ عجب نہیں۔ کہ چند دن کے اندر اندر ہٹلر اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش بھی کرے۔ ٹائمز کا دوسرا نامہ نگار روما سے لکھتا ہے۔ کہ اٹلی کے پولیٹیکل حلقوں میں بھی اس کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اٹلی کے ایک اخبار نے تو صاف لکھ دیا ہے۔ کہ مسولینی نے ہٹلر کی مدد کا وعدہ کیا ہے۔

لائل پور۔ ۱۱ مئی۔ چک نمبر ۲۰۴ رکھ برانچ میں یکایک ہیضہ پھیل گیا۔ جس سے چالیس آدمی بیمار ہو گئے۔ ہیلتھ آفیسر صاحب فوراً موقع پر پہنچ گئے۔ سولہ آدمی مر گئے۔ اور باقی بچا لئے گئے۔ اب سکون ہے۔

لنڈن۔ ۱۱ مئی۔ لیگ کونسل کے اجلاس میں ایبے سینیا کا معاملہ بھی پیش ہو رہا ہے کہ ایبے سینیا کے ڈیلیگیٹوں نے آج شام کو ایک میمورنڈم لوگوں میں تقسیم کیا۔ جس میں یہ ظاہر کیا گیا۔ کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ کہ ایبے سینیا فتح ہو چکا ہے۔ ملک میں ہر جگہ حکومت اٹلی کی مخالفت ہو رہی ہے۔ لوگ بہت سے حصوں میں خود حکومت کرتے ہیں۔ اطالوی افواج جرأت نہیں کر سکتیں۔ کہ ان لوگوں کا مقابلہ کر سکیں۔ اس میں کلام نہیں۔ کہ ایبے سینیا کے کچھ حصے پر اٹلی کا قبضہ ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں۔ کہ سارے ملک پر اٹلی کا قبضہ ہو گیا ہے۔

لنڈن۔ ۱۲ مئی۔ ٹائمز کا نامہ نگار واشنگٹن سے لکھتا ہے۔ کہ سپین گورنمنٹ کی درخواست پر امریکہ کئی کروڑ پونڈ کا اسلحہ سپین میں بھیجنے والا ہے۔ پریذیڈنٹ ہوور نے دوسرے لیڈروں سے تبادلۂ خیالات شروع کر دیا ہے اگر امریکہ نے اسلحہ بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ تو یورپ کی پولیٹیکل صورت حالات نازک ہو جائیگی۔ اور جرمنی اور اٹلی بھی کھلم کھلا باغیوں کی امداد کریں گے۔ امریکہ کے اس فیصلہ سے سارے یورپ میں تشویش کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

لنڈن۔ ۱۲ مئی۔ فلسطین کے عربوں اور یہودیوں میں گذشتہ چند ماہ سے جھگڑا اچلا آتا ہے۔ اس سلسلہ میں کئی بار قتل و غارتگری کا بازار بھی گرم ہوا۔ تھوڑا عرصہ ہوا۔ وہاں گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے ایک کمیشن فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ انتہا پسند عربوں نے اس کمیشن کی زبردست مخالفت کی۔ اور اس سے تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔ گورنمنٹ کا خیال تھا۔ کہ ماڈریٹ گروپ ضرور اس سے تعاون کرے گا۔ اور تقسیم کی سکیم کو منظور کرے گا۔ لیکن اب نیشنل ڈیفنس پارٹی نے ایک میمورنڈم کے ذریعے تقسیم سے متعلقہ تمام سکیموں کی مخالفت کا اعلان کر دیا ہے۔ اور کمیشن کے سامنے حاضر ہونے سے انکار کر دیا ہے۔ یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ ماڈریٹ عرب بھی ان کے جال میں نہیں پھنس سکے۔

متھرا ۱۱ مئی۔ ریواڑی سے اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ وہاں کے سٹیشن ماسٹر مسٹر بالکشن داس

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام مولوی عطاء اللہ خاں مولوی فاضل پرنٹر کے چھپوا کر میر قاسم علی ایڈیٹر و پبلشر نے فاروق منزل قادیان سے شائع کیا)